

أَلَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَبَّلَةٍ
وَلَا لَمَّا مَرَّ الْحُسَيْنُ بِكَبَّلَةٍ

المنتظر

خصوصى
نمير

مُحرر الحرام ٢١٦

کربلا والوں کے عملِ محکم کے پنچ کہ کیا تھا؟

دنیا نے اپنی بیشتری پر یوں تو بھیش کسی نہ کسی ظلم کے لہو کا قشقة لگایا، اس کے دامن دستین سے بہت فلک زدیں کے خون کی بندی پکیں کوئی دور اس — ”راستانِ گلودخجہ“ سے خالی نہیں مگر — ”خجر شمر دیور کاہ رسول“ کاسا دل گداز واقعہ ہاں کوئی نہیں۔ بلکہ یہ دل خنک سانحہ پسندے دامن میں جو تحلی رکھتا ہے اس کی ترپ کروڑوں بے قرار دلوں کے لئے وجہ تکین و راحت ابدی ہے کیوں؟ اس نے کہ ہر جان گداز سانحہ دو بالوں سے خالی نہیں یا تو وہ نظومیت بے اختیار ان طور پر واقع ہو گئی۔ نظام کی شمشیر نے کسی بے چالے گرفتار سن کی رُگ حیات کا فصل کر دیا یا اس تنوع مصائب کے پس پردہ اگر تلاش کرو تو ہوس دنپا کا جذبہ کار فرمان نظر آئے کہ تم ہی تلاذ کرنا عاقل مجسیور (بہلی قسم) کی مرح کر دے گے یا عروس دنیا کی گھات میں جان سے باختہ دھونے والے (دوسری قسم) کی تعریف کر دے۔ آدم سے تالیں دم ایک ایک کر کے گن جاؤ اہر دل سور واقعہ میں بہی دو چیزوں میں گی — ہاں کم میں وہ افساد جھوٹوں نے صرف حق کی خاطر خبر کی دھار پر اپنی شہرگز رکھ دی۔ ایسے ہی جانباز دل کو اسلام کی اصطلاح میں ”شہید“ کہتے ہیں۔ ان خونیں کفن مگر حق پسند سفر و شوال میں بھی لائق صدم جاہیں وہ افراد جھوٹوں نے رضاۓ حق کے بعد پسند وارادہ اور اختیار سے شہادت کا جام بیوں سے لگایا۔ ایسے برگزیدہ شہداء کے تاجدار کا نام ہے حسین۔ یہیں ہیں کہ جن کی شہادت کے پردے میں نہ تو دنیا و ملک کی خواہش تھی اور نہ ان کا مقابله غیر اختیاری تھا کیونکہ جو طلبِ مال کیلئے جنگ کرتا ہے اس کے اندازی اور ہوتے ہیں۔ وہ اپنے لشکر سے کمزوریں کو دور کرتا ہے، شر زدیوں کو بلا تا ہے — مگر!

کربلا کا شہید بہلوں کو اپنے لشکر سے ہٹاتا ہے اور علی اصغر کو اپنے ہمراہ لاتا ہے۔ جیب کو خلکھل کر بلا تا ہے — یہیں ہے کہ اقدامِ غیر اختیاری پر خراجِ تھین و عقیدت نہیں ملا کرنا — تو پھر انہیں مرنے پر بھروسے کہوں جبکہ حسین — شہادت کا علم رکھتے ہوئے کربلا کی طرف آئے۔ نصرف علم یا طن کر جس کا مظاہرہ ابن عباس، محمد حنفیہ، امام شافعیہ اور ہم منع کرنے والے کے جواب میں یہ کہ کفر ماریا کہ قد شاء اللہ ان یئرانِ مقتولًا اللہ کی مشیت ہے کہ مجھے مخفتوں دیکھے — بلکہ ظاہری ابج. کی بنا پر بھی حسین کو خوب معلوم تھا کہ اس جنگ کا نتیجہ ڈراہوں کا ہے۔ مگر اس علم کے باوجود حسین نے کربلا سے منزہ نہ ہوا — امام حسین علیہ السلام کی ذات کو مردِ الزام بنانتے کی غرض سے کہنے والا کہتا ہے کہ اپنے اپنے اتفاقوں جان دی اور (عجاوۃ اللہ) خود موت کے منزہ میں بچا نہ چڑیے۔ حالانکہ پیغمبر اُن نہیں جانتا کہ امام کی شہادت اگر بے اختیاری ہوتی یا وہ بھی ایک ہنگامی صورت حال کے ماتحت اپنے مکان ہی میں محصور ہو گرفتال کر دیتے جلتے تو پھر درج ہی کیا تھی کیونکہ اپنے انتیار و طور پر قتل ہو جانا تو کوئی فضیلت نہیں رکھتا، جتنا خود آگے بڑھ کر جام شہادت بیوں سے لگائیں اس لئے میں اعتراض کرنے والے کے اس اعتراض کی روشنی بلکہ تصدیق کرتا ہوں۔

حسین بیشک اپنے علم و قیم کے ساتھ شہادت کی طرف مراز دار آگے بڑھے اور یوں آگے بڑھے جس طرح ان سے پہلے ان کے بزرگ حمزہ و حجہر ضعون اللہ علیہم اور دوسرے شہدا اُنگے بڑھے تھے لیکن کیا ان سے متعلق کہنے کی ہمت رکھتے ہو کہ انہوں نے بھی خود کو ہلاکت کے بھنوڑیں لیں یا؟ اور وہاں کہنے کی جرأت کیونکہ ہر جگہ یہ ایامِ اخیس ہستیوں تک محدود ہو کر نہیں رہ جاتا بلکہ اعتراف ان سے بڑھ کر اس ذات تک پہنچتا ہے جس کے آگے بڑھ کشائی کی ہمت نہیں۔ جس نے ان کو میدانِ نماں میں بھیجا یعنی مرسلِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — اگر غدر کر تو یہ عالم پہیں تک نہیں رکھے گا کیونکہ رسول کا ہر فعل خدا تک مشتبہ ہوتا ہے بس یہ سب زہرا فتنیاں اسی حسین غریب ہی سیکھیے ہیں جس کے گوشت کو بُنیٰ نے اپنا گوشت اور لہو کو ایسا لہو جس کی صلح کو اپنی صلح اور جس کی جنگ کو اپنی جنگ تلا دیا تھا — دراصل اس پیچا سے کوئی ہمکاری کو شہادت دہلاکت میں کیا فرق ہے۔ وہ ہر جان بینے والے کو ہلاکت خیال کرتا ہے۔ حالانکہ ہلاکت اس وقت ہوتی ہے جب انسان کسی ادنیٰ مقصد کی خاطر جان بینے دے لیکن — اگر نوع انسانی سے بھی بند و اہم تر طلبہ کے لئے انسان اپنی زندگی قربان کرنے کے تاریخ کو ہلاکت نہیں شہادت کہتے ہیں — ایسے موقع پر جان و مال کی خناکیت نہیں کی جاتی بلکہ اگر امر اہم مقصد اور جان و مال کی تباہی کے مابین دائرہ توہر عاقل ادنیٰ کو اعلیٰ پر شمار کر دیا کرتا ہے۔ جس طرح جان اور مال میں سے کوئی ایک خطرے میں ہو تو کوئی عقلمند

میدانِ عرفات میں ہنا جماں حضرت سیدالشادی

(۱۴)

والا اچھوتا انداز جہاں بات کے ساتھ ساتھ استدلال بھی فلسفہ اور منطقی نیز
دیگر علوم کی پیچیدہ اصطلاحوں سے روزانہ طرزی طرز سیان فطرت یقشون جو جانے
دعاویں میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی "حدائقِ عرفہ" شہر ترین
دعائے۔ میدانِ عرفات اور عرفہ (و زداقی) کا دن، رحمتوں کا آجوم، انحرافوں کی
بادشاہی قربانی کا سامن اپنے نیاز کی بارگاہ میں سریا اختیار جندے۔
دنیا و فیضیا سے منزه ٹوٹے درخانے کے رب کے خواہاں، خوشودی کا خالق کے متمنی۔
بے انتہا گناہوں کا اعتراض۔ بے پناہ معرفت خدا کی امید ہے۔

راویوں کا بیان ہے عرفی کے دن میدانِ عرفات میں ہم حضرت امام
حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہے۔ زوال کے بعد حضرت امام
حسین علیہ السلام اپنے اہل بیت، فرزندوں اور شیعوں کے ہمراہ خیر و اظہر
سے برآمد ہوئے نہایت خصوصی و خشوع، تصریع و زاری کے عالم من جمل ارجح
(میدانِ عرفات میں جو پہاڑی سے اس کو رحمت کا پہاڑ کہتے ہیں) کے دامن میں بائیں
جانب کھڑے ہو کے روئی مبارک خانہ کعبہ کی طرف ہوتا۔ ہنخواں کو خدا کی
بارگاہ میں بند کئے ایک مکین کی طرح یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ اکھوں اٹکے
اس قدر روان تھے کہ ریش مبارک تر ہو گئی تھی۔
یہ دعا طولانی ہے پوری دعا کی شرح ممکن نہیں ہے۔ البته جس قدر
محضوں کی حد میں اجازت رہے گی۔ دعا کے کلمات کی مختصر سی شرح پیش
کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

«الْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَيْسَ لِقَنَاعٍ دَافِعٌ وَ لَا
لَعَطَاءٌ مَّا اذْعَمْ وَ لَا كَصْبَعَهُ صُنْعٌ صَرِيعٌ وَ هُوَ الْجَوَادُ
الْوَاسِعُ»۔

حدسے اس خدا کی جس کے فیصلے کو کوئی روک نہیں سکتا۔ جس کی
خشش کو کوئی منع نہیں کر سکتا۔ اس کی صناعی جیسی کسی کی صناعی نہیں
ہے۔ وہی بے پناہ جو دوستخانہ کا امکن ہے۔
قضا۔ فیصلہ کو کہتے ہیں۔ فیصلہ کرنے والے کو "قاضی" کہتے ہیں۔

سماں کو سمجھنے میں ذرا بھی کسرہ جائے تو فیصلہ درست نہیں ہو سکتا۔ یا فیصلے میں
جانبداری برقی جائے تو فیصلہ غلط ہوتا ہے۔ یا قاضی میں جرأت فیصلہ ہو
تبا فیصلہ صحیح نہیں ہوتا۔ قاضی رשות لے لے تو فیصلہ مطابق حق نہ ہو سکتا۔
اسی طرح کی جتنی بھی چیزیں تصور کی جاسکتی ہیں۔ خدا کی ذات اقدس ہر
ایک سے یاک دیکیزہ ہے۔ خدا کے فیصلے اور ارادے کو کوئی بحال نہیں سکتا
لیکن خدا ہر ایک کے ارادے کو بے اثر کر سکتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی
ارشاد ہے "میں نے ارادوں کے طور پر جلانے، اگر ہوں کے کھلنے اور تمتوں کے

انسان اپنی تمام تر طاقتیوں اور تو انایوں کے باوجود نہایت ضعف
اور کمزوری ہے۔ انسان دوسروں کے مقابلہ میں، اتنا ہی شہر زور کیوں نہ ہو
سکتا ہی کسی کی طاقت و امارت کو خاطر میں نہ لاتا ہو۔ مگر وہ اپنی
ذات میں کمزور و ناقلوں سے۔ نہ کسی بیماری کو دور کر سکتا ہے اور نہ کسی
مصیبت کو طال سکتا ہے۔ تمام تر ترقیوں کے باوجود ارضی و مہاوی بلاں
کے مقابلے میں بالکل بے بس ہے۔

کسی بھی غیرہ کا منکر ہی کیوں نہ ہو مگر جب بلاں میں کچھ چانتا ہے اور
آسرے طور پر جانتے ہیں، کشتی یعنی حیات گرداب حادث میں ڈوبنے لگتی ہے،
اس وقت دل کی گہرائیوں میں بالکل ناقابل انکا صداقتیوں کے ساتھ یہ
احساس پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت جب "کوئی" بیساکت ہے یہی احساس
اس کو اس قدر تقویٰ بنادیتا ہے کہ وہ موجود ٹےکڑے سکتا ہے۔
دُھماکا ہا ایک نامہ یہ بھی ہے کہ انسان بھی بھی ماہیوں نہیں ہوتا۔ دُھما
کی بنا پر مشکل ترین صورت حال میں بھی ماہی کا فکار نہیں ہوتا۔ دھاڑیل
و حلقہ اور ناقابل و مگر انسان کو دواخالاں والا کرام خدا کی بارگاہ میں حاضری کا
شرف عطا کرتا ہے۔ دعا انسان کو خدا سے قریب کر دیتا ہے۔ لیکن یہ
قریب جسمانی اور مادی قربت نہیں ہے بلکہ روحانی اور معنوی قربت ہے۔
جسم وہیں کاہر ہیں رہتا ہے مگر روح ایک طویل مسافت طے کر لیتی ہے انسان
کفر و شرک کی راویوں سے نکل کر ایمان و نوحیدی کی منزل میں آ جاتا ہے۔
محبیت سے اماعت کی طرف آ جاتا ہے۔ گناہ سے توبہ و استغفار کی
طرف قدم رکھتا ہے۔

خداوند عالم نے جہاں بے شمار نعمتوں سے فواز لے دے وہاں محبت و فرست
اہل بیت علیہم السلام کی خلیفہ نعمت بھی عطا فوائی ہے۔ "وَ إِنَّمَا أَخْرِجَنَا
اللَّهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَ قَرَأَ عَنَّا غَمَّ مَا بَلَّغَنَا اللَّهُ عَرْوَبُ
بِمِمْوَالَاتِكُمْ عَلَمَنَا اللَّهُ مَحَالَمَ دِينَنَا وَ أَصْلَحَ مَآكَانَ
مِنْ دُنْيَا نَا....." (زیارت جامعہ)

خداوند عالم نے اہل بیت علیہم السلام کے اعلیٰ نعمتوں سے بخاتر دیتی
اور اٹھ واسطے سے صیلبوں کی سختیوں کو ہم سے دور کی۔ انکی محبت کی بنا پر خدا
ہمیں دین کی تعلیمات تعلیم دیں اور ہماری برباد و نیزی کی زندگی کی اصلاح کی۔
دین کے معارف اہل بیت علیہم السلام کے ذریعہ ہیں سمجھا کرے گے ہیں۔

اہل بیت اطہار علیہم السلام نے جہاں ہر میدان میں ہدایت کے چراغ
روشن کئے ہیں وہاں دعاویں کے میدان میں بھی ہماری ہنجائی فرمائی ہے۔
دعاویں کے ذریعہ بلند ترین معارف بیان کئے گئے ہیں۔ دل کو چھوٹیں

جناب فخر المحققین ارشاد فرماتے ہیں۔ "جو شخص موت کی وقت صحیح عقائد پر قائم رہنا چاہتا ہے اور باطل عقائد سے دور رہنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ اصول دین کو ان کی دلیلوں کے ساتھ خوب اچھی طرح بخواہی دو را پسند نہیں میں رکھ کر خداوند عالم کے حوالے کر دے خداوند عالم موت کے وقت صیحیح عقائد اس کو دے گا اور اس طرح خدا کے حوالے کرے۔"

اللَّهُصَمَّ يَا أَرْجِحَ الرَّاجِحِينَ إِنِّي قَدْ أَوْعَدْتُكَ يَقِينِي هَذَا وَتَبَاتَ دِيْنِي وَأَنْتَ حَيْدَرٌ مُسْتَوْجِعٌ وَقَدْ أَمْرَتَنَا بِحَفْظِ الْوَدَائِعِ فَرُدْوَةَ عَلَىٰ وَقْتَ حَضُورٍ مَوْتِي ۝ خدا یا اے ارم الراجحین میں نے یہ تین اوصیات عقائد اور دین کی تسلیم کے تین اور تو سی تین حفاظت کر دیا ہے۔ تو نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم امور کی حفاظت کریں۔ پر وہ کارام امور کے وقت یہ عقائد ہیں والپس کر دیا (مخاتخ الجان ص ۲۷ بہزاد عطاۓ عبداللہ)

موت کے وقت صیحیح عقائد پر دنیا سے رخصت ہونا بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ صیحیح عقائد پر بخاست کا دار و مدار ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اس دعائیں خدا کی نعمتوں کا بتکرہ کرتے ہیں کہ طرح اس نے نبی کے ایک قطرہ کو مختلف ماحل سے گذاز کر لانے کا مل بنا دیا۔ اس کی بدھی اور روحاںی تربیت کے لئے کیا کیا انتظامات کئے۔ پاکیزہ دودھ غذائی کے فراہم کیا پر درست کئے تھے بہان مان عطا کی۔ ... اس طرح کی نعمتوں کے بتکرہ کے بعد عظیم ترین نعمت کا نام ذکر فرماتے ہیں۔ "جب میں بوئے لگا۔ میری فطرت کا مل ہو گی کہ میرے قوی مضمبوط ہو گے۔ ... تھے مجھے اپنی حرفت عطا کی۔ اپنی خلقت و حکمت کے عجائب سے مجھے مد بہش کیا۔" بسندہ ذیل کے لئے رب جلیل کی حرفت عظیم ترین نعمت ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ حرفت خدا کی کیا فضیلت ہے تو کبھی وہ دنیا کی طرف نکھاہ اٹھا کر نہ دیکھتے۔" معرفت خدا کی لذت جنت کی نعمتیں ہیں۔ (فروع کافی ۲۳۸/۸)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ "خدا کی حرفت بلذت زین حرفت ہے۔" حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:- کوئی عمل بغیر حرفت کے قبول نہیں ہو سکتا، اور لغزش علی کے کوئی عوqفت نہیں ہے نبھے مرفت حاصل ہو گی یہ حرفت اس کی عمل کی طرف رہنمائی کرے گی جس کے پاس معرفت نہیں اس کے پاس عمل ہی نہیں۔" (تحف العقول ۲۱۵)

اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اس حقیقت کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ انسان کسی طرح بھی خدا کی نعمتوں کا شکر آدا نہیں کر سکتا ہے اس سین انداز میں یہ بات بیان کی گئی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ نعمتوں کا اقرار بھی ہے شکر ادا نہ کر سکنے کا احساس بھی۔ خود امام حسین علیہ السلام کی زبانی سنتے ہیں۔

آشَهَدُ إِلَى الْحَقِيقَةِ إِلَجْمَانِ ۝ آن اُوْدَى شکر و لحمد لله ۝

پست ہو جانے سے خدا کو بیچانا" (فتح البیان صبح صبح صلح و راح)۔ یعنی مادی اسباب و دسائل کا فراہم ہو جانا ارادہ کا حصہ اور اُنہوں نے فضل کے واقع ہو جانے کی ضمانت نہیں ہے۔ بلکہ اگر خدا چاہے ان تمام چیزوں کے باوجود فضل کے وقوع کو روک سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ کوئی فیصلہ کرے ارادہ کرے تو ساری خدائی مل کر بھی اس کو ٹالا نہیں سکتی۔

فضل کے بحدبھی اگر مرضی کے مطابق کام نہ ہو تو دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ خدا یا سر جھکلے رہنا چاہئے۔ روز عاشوراً حضرت امام حسین علیہ السلام کی زبان مبارک پر بھی جلد خلا۔ رحمانی قصائید و تسلیماً لامریک، "ہم اس کے فیصلہ پر راضی ہیں اور اس امر کے سامنے تسلیم ہیں۔

اسکی عطا اور خشش کو کوئی روک نہیں سکتا۔ سورۃ آل عمران آست ۲۶ میں ارشاد ہوتا ہے: "خدا یا تو مالک الملک ہے جس کو چاہتا ہے ملک اور ملکت کو سلب کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت و اقتدار عطا کرتا ہے اور جس کی ملکت کو سلب کر لیتا ہے ملک کو رکھتا ہے۔" ریشر اور نیجی تینے ہاتھ میں ہے اور یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس بات کو سورۃ النام آیت ۱۸ میں پویں بیان کیا گیا ہے۔ "اگر خدا نعمتوں پر چاہے تو اس کے علاوہ کوئی اور اس کو دور نہیں کر سکت اور اگر وہ خیر و نیک عطا کرنا چاہے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اس کی صناعی جیسی کسی کی صناعی نہیں ہے۔ ہر صنعت گر کی صنعت رفتہ رفتہ کا مل ہوتی ہے ایک ایسا کہ اس کے عیب و نقص دور ہوتے ہیں اور چھ بھی کوئی نہ کوئی خامی یا کمی رہ جاتی ہے۔ لیکن خدا "اچھی ناخالقین" ہے۔ سورۃ ملک کی آیت ۳ میں ارشاد ہوتا ہے: "تم خدا کی خلقت میں کوئی نقص و عیب کوئی خامی اور کمی نہیں دیکھو گے۔ بار بار نظر کر کے دیکھو۔ اس میں کوئی خامی نظر آتی ہے؟"۔ تمہاری نظر و اپس آجایی کی اور کوئی خامی نظر نہ آجیگی۔

وہ بے پناہ جو دستی کا مالک ہے۔ وہ ان کو بھی عطا کرتا ہے جو اس سے سوال کرتے ہیں اور ان کو دیتا ہے جو اس سے نہیں مانگتے بلکہ اس کو پہنچانے بھی نہیں۔ اس کی صنایت اور خشش احتیاج اور محبوہ کی نازارہ تھیں بلکہ حرفت و اسے کی بنابر ہے۔ کیونکہ خدا کے علاوہ جو بھی کچھ عطا کرتا ہے اس کو کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ دنیا و خدا کی نہ سہی رحلتیں ایسی کہ خاطر ایquam دیتا ہے یہ خدا کی ذات ہے جو اپنے رحم کی بنیاد پر نعمتوں سے نوازتی ہے۔

وَلَدَتِصْبِعُ عِنْدَهُ الْوَدَائِعَ۔ اس کے پاس امامتی خالع نہیں ہوتیں، قرآن کریم میں اس طرح جملے ہیں۔ خدا نیک کاروں کے اجر و ثواب کو ضالع ہیں کرتا (سورہ ہود ۱۵) خدا مہارے ایمان کو ضالع نہیں کرتے گا (سورہ بقرہ ۱۲۳) خدا اصلاح کرنے والوں کے اجر کو ضالع نہیں کرتا۔ (سورہ اعراف ۱۴۰) ہر چیز اس کے پاس محفوظ ہے کوئی چیز اس کے پاس ضالع نہیں ہوتی۔

خدا اس کو دیکھ رہا ہے وہ گناہوں کے نزدیک انہیں جائیگا۔ اتنا تو سب ہی جانتے ہیں کہ خدا دیکھ رہا ہے لیکن یقین بہت کم لوگوں کو سے۔ خدا جو لوگوں کو گدن سے زیادہ قریب ہو۔ انکھوں کی گردش سے باخبر ہو۔ انسان اور اس کے دل کے درمیان برو۔ دل کے وسوسوں سے واقف ہو۔ اور انسان اس بات کا عقیدہ بھی رکھتا ہوا اس کے بعد گذانا کرتا ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ان باقیوں کا علم تو ہے علمی طور پر ان باقیوں کو ثابت تر کر سکتا ہے مگر یقین انہیں ہے یہ عقیدہ ہیں فہرست کی دنیا تک ہے رکھ پے میں کیا ہے انہیں۔

ایک یہودی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا "کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟" (یہ سوال یہودیوں میں زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ اس سے پید جانے میں علیہ السلام سے خدا کی رویت کا مطابق کچھ ہیں) حضرت نے فرمایا: میں نے اس خدا کی عبادت نہیں کی جس کو دیکھا ہے۔ اللہ ان اشکھوں سے اس کو ہیں دیکھا جاسکتا ہے بلکہ اس کو دل و ایمان کی اشکھوں سے دیکھتا ہے۔ (کخار ۲۳/۲)

امام حسین علیہ السلام نے اس فقرہ میں "اختیت" "خطف استعمال فرمایا ہے "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْجَلُنِي اخْتِتَاكَ" خوف اور خشیت میں فرق ہے۔ گوچہ اردو میں دونوں کے لئے درکا الفاظ استعمال کرتے ہیں گوچہ بی بی زبان میں خشیت اور خوف میں فرق ہے۔

خوف اس ڈر اور ترس کو کہتے ہیں جو عذاب الہی کی بنیار پر ہو جونکہ انسان نے گناہ انجام دئے ہیں جس کا جام عذاب خداوندی سے وہ عذاب کے سورج سورج کو خوف زدہ رہتا ہے۔

اختیت اس حال کو کہتے ہیں جو خدا کی عظمت اور کبریٰ کی معرفت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ یہاں عذاب کا خوف نہیں ہے بلکہ عظمت الہی کے سامنے رونگٹے کھڑے ہیں۔ قرآن کریم نے علام کی طرف شہیدت کی نسبت دی ہے۔ "إِنَّمَا يَحْشُى اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعَلَمَاءُ" (سورہ فاطر آیت ۲۸) اس کے بعد وہ جہنم کے عذاب سے خوف علاموں سے خشیت اختیار کرتے ہیں وہ جہنم کے عذاب سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔ بلکہ عظمت الہی کے سامنے اپنے کو نہایت چھیر و ذلیل سمجھتے ہیں جس قدر یہ دونوں احساں پر صحت جاتے ہیں اتنا ہی بد نہ کہ اپنے لگاتا ہے جسم فخر تھا نہ لگاتا۔ اپنے عجز کا اعتراف اور اس کی عظمت کا اقرار بڑھاتا جاتا ہے۔

روایت میں یمن طرح کی عبادتیں بیان کی گئی ہیں۔ تاجروں کی عبادت ۱۔ علاموں کی عبادت ۲۔ آزاد انسانوں کی عبادت۔

تاجروں کی عبادت ان لوگوں کی عبادت ہے جو جنت کی لارچ میں عبادت کرتے ہیں۔ علاموں کی عبادت ان لوگوں کی عبادت ہے جو جنت کی لارچ جہنم کے خوف سے عبادت کرتے ہیں۔ آزاد انسان کی عبادت ان لوگوں کی عبادت ہے جو نہ جنت کی لارچ میں عبادت کرتے ہیں اور نہ جہنم کے خوف سے عبادت کرتے ہیں بلکہ خدا کو لا اگئی عبادت جانتے ہیں اس لئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور یہ بلند ترین عبادت ہے۔

اس عبادت کا سرچشمہ خداوند قدوس کی معرفت ہے اور اس

"پروگرام میں اپنے ایمان کی خلائق" اپنے یقین حکمِ فالص اور واضح توجہ دینی کے پوشیدہ اسرار، نورِ صارت کی لذگاہوں، صفحہ پیشانی کے خطوط، سانس کے گذرنے کے شکاف، قوتِ شامہ کے خزانوں، قوت ساعدت تک آواز پھونکنے کے سوراخوں، ہمتوں کے اندر رہے ہوئے روزِ زبان کی حرکت سے نکلے ہوئے الفاظ، دہن کے اوپر اور نیچے کے جھٹوں کے ارتباط کی جگہوں، "ڈاڑھ کے اگنے کے مقابلات، تھانے پینے کی سہولت کے راستے، کارکو سنبھالے ہوئے استخوان، گدن کے اعصاب کے ازساط کی وحشتوں، سینے کی فضاؤں، گدن کے رشتتوں کو سنبھالے ہوئے اعصاب، قلب کے پردہ کو روکنے والے دورے، جگر کے ٹکڑوں کو جمع کرنے والے اجزاؤں، جوڑ بند قولے عمل، اطرافِ انکشافتی ختنیات و مشتملات، رخوشتِ اخون، بال، کھال، اعصابِ شرائیں، استخوان، مخز، ریگن، جوارح، دوڑان، رضاعت، دشیر خواری، مرتبہ ہوتے ہے اسے اجراد بدن اور زینت نے جو میرے وجود کا بارا بھار رکھتا ہے، اپنی نیند، بیداری، حملات، دسکات، رکوع و سجود۔ سب کے حوالے سے اس بات کی گواہی دیتا ہوں اگر میں ارادہ بھی کر دوں اور کوئی بھی کروں کہ آخر زمانہ تک آفریقی کسی ایک غوث کا تکریبہ ادا کروں تو یہ ناممکن ہے۔"

وہ تمام چیزیں جن سے خدا انکار نہ کر سکتا ہے وہ سب خداکی دی ہوئی ہیں وجود کے چاروں طرف نہیں کا جو تم ان غصتوں کا ادراک احساس اور شکر اور انکر سکتے کا اعتراف یہ چیزیں وہ ہیں جو انسان کو خدا کی بارگاہ میں سجدہ ہے احتیار پر محصور کر دیتی ہیں۔ عقول و تکمیر کو سلب کیتی ہیں عبادتگزار بندہ بنادیتی ہیں۔

دعا کے ان فقروں کو بارا بڑھتے امام حسین علیہ السلام نے کہنے کیں کہ اس میں طرف اشارہ فرمایا۔ دنیا ترقی کر کے آج ان باقیوں کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوئی ہے امام حسین علیہ السلام نے چودہ سوریں پہلے پریاں میان کی تھیں، اس سے پہلے چلتا ہے اگر اہل بیت اطہار علیہم السلام تو ازادی سے بسلیخ کرنے کا موقع ملتا اور دسروں نے جو کاٹیں ایجاد نہ کی ہوئیں تو آج دنیا کی صورت حال کچھ اور ہوتی۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْجَلُنِي اخْتِتَاكَ كَانَ فِي أَرَالَكَ

خدا یا میں تھے اس طرح ڈروں کو یا بچھے دیکھ رہا ہوں۔

اگر کسی آدمی کو یہ احساس ہو کوئی اسے دیکھ رہا ہے تو وہ گناہ نہیں کرتا ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے ابو جزءہ مسلمی میں ارشاد فرماتے ہیں "اگر تیرے علاوہ کوئی اور میرے گناہوں سے باخبر ہوتا تو میں یہ گناہ انجام نہ دیتا۔ اگر جلد عذاب نازل ہونے کا خوف ہوتا تو گناہوں سے اجتناب کرتا۔"

قرآن کریم میں ہے "اللَّهُمَّ لَمَّا يَأْتَ اللَّهَ سَيِّدِي" کی یہیں معلوم کہ خدا دیکھ رہا ہے (سورہ علق۔ ۱۷) جس کو یہ احساس ہو کہ

کو تو نے مقدمہ رکھا ہے پہلے اور جلد قرار دیا ہے اسکی تائیزی کا مقصد نہ رہوں، جب تک میری اس بات کا یقین ہے کہ خداوند عالم الرحمان ہے اور رحم الحمیم ہے تو اس کا ہر فرض مصلح ہے اور بپار ہے اور بہتر ہے، لہذا اس نے جو پھر ہمارے لئے معین فرمایا اس سے بہتر کسی اور چیز کا کوئی تصور نہیں ہے اگر اس کے علاوہ بچھا اور سوچتے ہیں تو عقل اور ایمان پھر ہے، اللہ ہم الجعل غثیٰ فی حفیٰ وَ الْیقینِ فی قلیٰ وَ الْجذبِ حیٰ وَ الْتَّوْرِ فی ذمیرِ حیٰ وَ الْبَصیرَةِ فی حیٰ۔

پروردگار میرے نفس میں خاص ہے نیاز کی قرار دے (تک تیرے علاوہ کسی اور کھلف سوائی نہ کا، ہوں سے نہ بھوؤں، میرے دل کو یقین سے مالا مال کروے میرے اعمال میں اخلاص قرار دے میری آنکھوں کو نور عطا کرو دردین میں بصیرت عطا فرم۔

اکادمیاں مضمون کو ختم کرتے ہیں پروردگار ہمارے نفس میں بے نیازی، دل میں یقین اعمال میں خلوص، آنکھوں میں نور اور وینی معاملات میں بصیرت کامل عطا فرم۔

(آمین یا رب العالمین)

مرسل اعظم صم کی پیشمندگوں کی سال (ابقیہ صفحہ ۱۰ سے آگے)

روایت کی ہے کہ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ میں رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا، آنحضرت کی آنکھوں سے آنسو پہنچ رہے تھے۔

میں نے عرض کیا: لے الشکر کے بنی ایا کسی نے آپ کو غفتاں کیا ہے؟ آپ کہنے آنکھوں میں آنسو بکیوں میں؟ آنحضرت نے فرمایا:

جب ریسل (علیہ السلام) میرے پاس تھے، تمہارے آنے سے پہلے چلے گئے، انکھوں نے مجھے خبر دی کہ حسین بن فرات کے کنارے قتل کر دئے جائیں گے۔

جب ریسل نے مجھ سے کہا: کیا آپ اس مٹی کی یوسوٹھن چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: ہا، انکھوں نے باقہ بڑھایا اور وہاں کی ایک مٹھی خاک مجھے دی ہے پسند کو قابو میں شکر کا اور جبو را میرے آنسو جاری کیا گئے برا دران عزیز! حسین کا تم ایک آفانی غم ہے بے یہ وہ غم ہے جو شہادت کے پہلے منایا جاتا رہا۔ جب کہ ایسی آپ نے معبر اور یوں کتابوں سے معتبر اور سوچنے والوں کی روایات ملا جھٹ فرمائی۔ قول و فعل رسول سنت ہے۔ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہادت سے پہلے خبر شہادت پر گریب فرماتے ہیں تہماں میں نہیں، گھر میں صماہ کے مجمع میں، امہات موسینیں رضی اللہ عنہیں کی بنی میں شہادت کے بعد جتنا بھی روایاتے ہیں سنت ہے۔ بدعت کے فتوؤں کو رد کی تو کوئی میں مذکور اور اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہو کر حضور اکرم کی انگاہوں میں جگہ بنائیں۔

معروف سے خشیت طار کیا ہوتی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا انسان کی انکھوں سے اگر ایک قطرہ بھی خشیت الہی کی بنیاد پر تلاش ہے تو وہ الگ کے دریا کو خاموش کر دیتا ہے۔ خدا کے نزدیک اس شخص کی بیانہ عظیت و منزلت ہے جو خشیت خداوندی سے گریر کرتا ہے وہ لوگوں کو خدا نیکے وسٹ رکھتا ہے اور خدا اپنے لوگوں کو دشمن رکھتا ہے۔ (سفیدہ البخاری ۹۵۱)

وَ أَسْعَدْنَا بِتَقْوَاهُكَ وَ لَا تَشْقَقْنِي بِمَعْصِيَتِكَ : پروردگار اپنے تقویٰ سے مجھے سعادت مند قرار دے۔ اپنی نافرمانی سے مجھے شقی اور بد سخت نہ بنا۔ سعادت اور شقاوت وہ الفاظ ہیں جس کے مفہوم سے کسی حد تک ہر انسان قادر ہے مگر سعادت اور شقاوت کا معیار ہر ایک کے نزدیک الگ ہے، ہر ایک پہنچے معیار کے مطابق اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سعادت اور شقاوت کے سلسلے میں اسلام کا پانہ خود معيار ہے۔ یہاں سعادت کا معیار تقویٰ پر ہیزگاری اور اطاعت پر پروردگار ہے، شقاوت کا معیار کہاں، نہ انہی اور خدا کی محیبت ہے،

اس بنی اسرائیل کا انجام دینے کی توفیق حاصل کرنا سعادت ہے اور اس توفیق کا بلب ہو جانا، لگا ہوں میں ملوث ہو جانا شقاوت اور بدنگتی ہے جو شخص جتنی بادیہ لگا ہوں ہے دور رہے گا اتنا ہی زیادہ سعادت و کامیابی سے نزدیک رہے گا جو جب تک لگا ہوں کی طرف تھا شقی اور بد سخت تھا لیکن جب نیکیوں کی طرف آگئی تو سعادت مند بن لگا یا خود امام حسین علیہ السلام نے فرمایا، تم دنیا واختر دلوں جوڑا اور اور ہو۔ دین مقدس اسلام میں تقویٰ بزرگی و عزیزت کا معیار ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَ مَلَكَمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْقَاصَمْ (الحجرات ۱۳)

سب سے زیادہ تقویٰ دپر ہیزگاری اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ دعا عزت ہے۔ تقویٰ کے ذریعہ اعمال قبول ہوتے ہیں (مانندہ ۲۶)، تقویٰ کے ذریعہ اسماں سے سکتیں نازل ہوتی ہیں، اگر قریروالے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اسماں و زمین کے دروازے کھول دیتے۔ (اعراف ۹۵) تقویٰ کے ذریعہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔

جو خدا سے تقویٰ دپر ہو تو اس میں اضافہ ہو گا (الاطلاق ۵) تقویٰ جتنی میں جلنے کا ذریعہ اور اس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہو گا۔ اسے معاون کر دینے جائیں گے اور متفقین پے شک جنتوں میں ہونگے، جہاں نہیں ہونگے (القرآن ۵۷)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے علی ہماری محبت تقویٰ ہے۔

ساری کامیابیاں تقویٰ اور پہنیزگاری کے سایہ میں اور ناکامی کیا ہوں اور نافرمانیوں کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔

اس فقرے میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرمادی ہے ہیں۔ پروردگار تقویٰ کے ذریعہ سعادت و کامیابی عطا فرم۔ نافرمانیوں اور لگا ہوں سے دور ہنیکی توفیق کرامت فرماتا کہ بد نجیبی اور شقاوت سے محفوظ رہ سکوں۔

مضمضوں کو دعکے اس فقرہ پر تام کرتے ہیں امام حسین علیہ السلام مذکورہ جملے بعد فرماتے ہیں، اپنے فیصلہ کو میرے حق میں بہتر قرار دے اور اپنے مقدرات کو میرے لئے عبارت کے قرار دے، «قضا و قدر الہی پر راضی ہے» کا تصریح اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

«تک جس چیز کو تو من دیر میں رکھ لیے اس میں جلدی کا خواہاں نہ رہوں اور جس چیز

مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں

شہادت حسکین کے بارے میں

تو کی خود ان کی ہمت افزائی میں مصروف رہے۔ ان کی جستیں اس قدر
بڑھیں اس قدر بڑھیں کہ مرزا حیرت دہلوی جیسے اسلام دشمنوں کے ٹکڑوں سے
پر پلنے والوں نے کربلا کے خونپاک واقعات اور داستانِ ام کا سرسری ہی سے
انکار کر دیا، محمود احمد عباسی جسے ناصبویوں نے پارہ ڈل رسول پر لایے ایسے
حمل کئے جس سے مسلمان توسیلان غیر قومیں بھی کانپ کا تپٹیں۔ دن
اور دل کے اندر فھرے اور کفر و شرک کی تلمذوں میں پردش پانے والے کل
بھی اپنی بے غیرتی پر فخر کرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے اور آج بھی
دشی روشن اختیار کئے ہوئے ہیں۔

جب کہ واقعہ کر لایک ایسا ام انگیز واقعہ ہے جیکی بغرض قوع میں آئے
سے پہلے ہی عام ہو جکی تھی۔ خدا نے متعال کا دہ رسول جس پر نبوت تمام ہوئی
اور جملہ انبیاء الہی کا سید و سردار تھا، اس نے پہلے ہی سے امت کو سی رجی
کی خلوتیت اور اس پر ہوتے والے مظالم سے آگاہ کر دیا تھا۔ اگر آپ کو یقین
نہیں آتا تو آئیے محمد شین اسلام کی کتابیوں کے ادراق ایش اور برقسم کی عصیت
اور جانبداری سے ذہن اور دل و دماغ کو پاک کر کے ان احادیث کامطا لعل
کریں اور ان عقیر راویوں پر نظر ڈالیں جن سے یہ محمد شین اور برادرانی نقل کی
گئی ہیں تو وساوس شیطانی کو دور کرنے میں بڑی مدد ملتے ہی اور امامین
علیہ اسلام کی عظمت و بنیادگی اور ان کے بلند مقامات و مراتب کا صحیح اندازہ
ہو سکے گا۔

حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی پیشگوئی نہ صرف برکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تے فرمائی تھی بلکہ مولائے کائنات مولانا امیر المؤمنین علی بن ابی علیہ السلام مقام صفیین کی جانب سفر فرماتے ہوئے جب مرز میں بیسوڑا (کریلا) پر پہنچے تو آپ نے تفصیل کے ساتھ اپنے ماقبلوں کو اس طبقہ عانکاہ سے آگاہ فرایا اس روایت کو ہم انشاء اللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو سیان کرنے کے بعد دائرہ تحریر

- ولادت حسین کے موقع یہ مجلس عزرا

حافظ احمد بن سینا یہی کا بیان ہے:-
 خبردی ابوالقاسم حسن بن محمد مفسر نے، انھوں نے ابوالبکر محمد بن عہد اللہ
 حفید سے، انھوں نے ابوالقاسم عہد اللہ بن احمد بن عامر طالب سے بصرہ میں،
 انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے علی بن موسیٰ سے انھوں نے اپنے پدر
 بزرگوار موسیٰ بن جعفر سے، انھوں نے پدر بزرگوار (محمد بن علی) سے، انھوں
 نے اپنے پدر بزرگوار (علی بن الحسین) سے، انھوں نے اسماء بنت عیسیٰ سے

آج عزراۓ حسین علیہ السلام کے سلسلے میں عدم معرفت کی بنا پر بعض برداں
اسلامی نہ صرف اپنی بے رخی کا مظاہرہ کر رہے ہیں بلکہ بھی مغرض اور مفہاد پرستوں
کی تحریک پر خلافت کرتے ہوئے ملے بدعت اور فضل حرام کہنے پر بھی اچھیں
باک نہیں ہوتا۔ حالانکہ تقاضا خانے عقلی یہ ہے کہ سنی سانی ہاتوں پر نہ جائے
بلکہ احادیث دردیابات کا مطالو کرے اور احادیث و روایات کی صحیحت کے
لئے جو معاشر اور ملاک مقرر کئے گئے ہیں ان پر ایکیں پر کھے تباہیں صحیح تباہیے
پر پھوٹا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہی اندر ہی اندر
اور عصیت کی بھی مسلمانوں کیلئے تباہ کن تھی اور آج بھی مسلمانوں میں افتزاق
و انتشار، ذلت و رسواں اور تباہی اور باوی کا باعث بھی ہوئی ہے۔ ذلت
اور آبادی کے اعتبار سے دیباں میں ملت اسلامیہ کی ترقی یا افتراق میں کم نہیں
لیکن آج ساری دنیا، سارے وسائل اغیار اور دشمنانِ اسلام کی خدمت،
میں صرف ہو رہے ہیں اور ہم میں کوئی خوشی میں کہ جہیں آساں شیخات کا سال اسلام
میسر ہے سوچ جاں دوسرے تفریح کے سامان میں وہیں مذہب بھی ہی، جہاں
اوٹوں کی دوڑ، باز اور شکر سے کے شکار اور گھوڑ دوڑ کا تفنن طبع کیلئے
اہتمام کرتے ہیں وہیں مسلمان فرقوں میں باہمی اختلافات اور ان کا اپس
میں دست و گیر بیان ہونا بھی تو ہترین تفتریح یہ اختلاف پیدا کرنے لگتی ہے
ظرفیت حرام محمد کو حلال مغلوب کرو حرام قرار دیتے سے زیادہ اور کون سا
موثر حریف ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ کفر و شرک اور بدعت و حرام کے قتوں
عام ہو گئے اور آج بھی اسکا سلسہ چل رہا ہے کوئی کوئی کرنے کے مقنی بڑی آسانی سے کل
بھی مہماں تھے اول آج بھی فراہم ہیں۔

تھیں شکایت ہے ان علماء اسلام سے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگہ پاروں کی بے حرمتی دیکھتے اور سننے رہے اور خاموش تماشائی بننے رہے، خداوند عزوجل کا حکم اور فرمان رسول کامنذاق اگر تاریا اور داشبوران اسلام اپنے بے بنیاد نظریات کا پیر چار کر کے اپنی تجویز میں اضافے کیلئے مصروف کار رہتے۔ لیکن جانب ہر جمع کی غافلی میں قرآن و احادیث کو پڑھنے اہتمام کے ساتھ مخارج کا پورا پورا الماظر کو کھطبہ دیتے ہوئے فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو درست رہے

اور جب ضمیر فرد و شش اور بکے ہوئے مخطیب د واعظ کی زبان سے ان زدات مقدسہ صلوات اللہ وسلام علیہم کی شان میں نازیبا اور ناشائستہ کلمات سنتے قرآن کی زبانیں گنگ کل بھی تھیں اور آج بھی ہیں۔

کہ بلا کے شہید دل کے سید و سردار، جنگلگو شہزادے محمد مصطفیٰ علی اللہ عزیز اور
کے اعلیٰ مرتبوں اور فضیلتوں کو جانتے ہوئے بھی ان دریڈہ دینوں کو ٹوکتے

اماء کا بیان کرئے ۔

میں حسن الحسین کی ولادت کے موقع پر تمہاری دادی رفاطہ رکن قابضہ ولادت
کے موقع پر جو عورت مدد کرتی ہے تھی جب حسن اس دنیا میں آئے (اسکے بعد
بہت سی باتیں بیان کیں، پھر کچھ لکھیں) :

جب حسین پیدا ہوئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ واللہ سلم بیرے پاس تشریف
لائے اور فرمایا : اے احماء ! میرے فرزند کو لاو ۔

میں حسین کو یہ سفید کپڑے میں لپیٹ کر لیکر اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ واللہ سلم کے دست مبارک میں دیدیا ۔ آنحضرت نے ان کے دامنے کان
میں آذان اور بائیں کان میں اقامت کی اور اپنی آغوش میں لیکر گریہ فرض نگے
(احماء کہتی ہیں) میں نے عرض کیا : میرے ماں باپ اپ پر قربان ہوں
اپ کے گردہ قرمانتے کا سبب کیا ہے ۔

آنحضرت نے فرمایا : اپنے اس پیٹ پر سو رہا ہوئے ۔

میں نے عرض کیا : یہ تو ابھی پیدا ہوا ہے ۔

آنحضرت نے فرمایا : میرے اس فرزند کو ظالمون کی جماعت قتل
کرے گی خدادادنے عالم میری شفاقت اخپیں تو نصیب کریگا ۔

پھر فرمایا : اے احماء ! یہ بات فاطمہ سے نہ کہنا ، اس نے کہ ابھی ابھی بچے
کی ولادت ہوئی ہے ۔

اس روایت کو حافظ ابوالمویہ خوارزمی (خلفیہ زختری) نے اپنی کتاب
«مقتل الحسین» جلد ۱، صفحہ ۸۸-۸۹ میں پانچ استاد «حافظ یہی سے نقل کیا
ہے۔ (نقل از راه ما... علامہ امینی صاحب الفیر) ۔

علامہ امینی فرماتے ہیں : کویا یہ وہ پہلی مجلس عزا بھی جو اسلام میں رسول
خدا صلی اللہ علیہ واللہ سلم کے خاتم اقدس میں سید الشہداء عزرا کیلئے منعقد
ہوئی ان دونوں کے دنیا نے زنسا ہو گا کہ مخصوصہ مکوئیں سلام اللہ علیہ ہما کے
جگہ بندے کے علاوہ کسی اور رسولوں کی ولادت کے موقع پر نخل مسّت کے
بجائے مجلس مانم پر پا ہوئی ہو۔

دایہ کی سوگواری

حافظ «حاکم نیشاپوری» اپنی مؤخر کتاب «المستدرک الصصح» جلد ۳،
صفحہ ۴۷ میں فرماتے ہیں : ابو عبد اللہ محمد بن علی جو ہری نے بغداد میں ابوالواسی
محمد بن الحیثیم قاضی سے، انہوں نے محمد بن مصعب سے، انہوں نے اوزانی
سے انہوں نے ابو عمائد سداد بن عبداللہ سے، انہوں نے حارث کی وقر
ام الفضل سے روایت کی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ واللہ سلم کی خدمت
میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ۔

اے اللہ کے رسول ! کل رات میں میں نے بہت بُرا خواب دیکھا ہے۔

آنحضرت نے فرمایا : کیا دیکھا ؟ ۔

عرض کیا ! بہت بُرا خواب

فرمایا ! کیا خواب تھا ؟

عرض کیا ! میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے ہم مبارک کا ایک
حقہ جدا کر کے میری گود میں رکھ دیا گیا۔

ام المؤمنین ام سلمہ کے گھر میں مجلس عزاء

حافظ کیری، ابو القاسم طبرانی اپنی کتاب «المجمع الکبیر» میں رسول خدا
کے بھوٹے نواسے، حسین سلام اللہ علیہ کے حالات ذندگی میں تحریر کرتے
ہوئے بیان کرتے ہیں ۔

عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے عباد این زیاد اسدی سے، انہوں
نے عمر بن ثابت سے، انہوں نے ارش سے، انہوں نے ابو داہل
شفیق بن سلمہ سے انہوں نے ام سلمہ سے نقل کیا کہ :

حسین و حسین رضی اللہ عنہما) میرے گھر میں رسول خدا صلی اللہ
علیہ واللہ سلم سے کھیلنے میں مشمول تھے، اتنے میں جبریل نازل ہوئے اور
حسین کی جانب پرانے انہوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا :

اے حمد ! تمہارے بعد تمہاری امت تمہارے اس فرزند کو
قتل کرے گی (ام سلمہ کا بیان ہے) رسول خدا صلی اللہ علیہ واللہ سلم سے

جبریل پیغمبر کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آگئے

جبریل نے پوچھا : یہ کون ہیں ؟

اُنحضرت نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین کو اپنی آنکھ میں بیٹھایا

پھر اُنحضرت نے کہا ، آپ کی امانت اسے قتل کرنی ۔

حضرت نے فرمایا : میری امانت ؟

کہا : ہاں ، اگر آپ چاہیں تو اس سرزی میں سے آگاہ کروں جہاں دہ قتل کئے جائیں گے ۔

پھر جبریل نے عراق میں واقع زمین طفت (کربلا) کی جانب ہاتھ سے اشارہ کیا ۔ اور ہاں سے سرخ رنگ کی مٹی اٹھا کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھایا ۔

سید محمد عوامی نے اپنی کتاب "الصراط السوی" میں اس روایت کو درج کیا ہے ، انہوں نے کہا کہ اس روایت کو ابن سعد نے اسی عبارت کو نقل کیا ہے ۔ البته اس میں اتنا ہی فرق ہے کہ انہوں نے آخر حدیث میں ایک جملہ کا اضافہ کیا ہے ، وہ یہ ہے :

" یہ ، ان کے قتلگاہ کی مٹی ہے ۔ "

اس روایت کے جملہ اسناد صحیح میں اور اس کے تمام راوی صحیح کے راوی میں اور سب کی سب معتبر اور ثقہ ہیں ۔

روایت کے دیگر اسناد ۔

حافظ ابو القاسم طبرانی نے اپنی کتاب "المجمع الكبير" امامین علیہ السلام

کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

" احمد بن رشد بن مصری عمر و بن خالد حرانی سے ، انہوں نے ابن

لبیس سے ، انہوں نے ابوالاسود سے ، انہوں نے عمرو بن زبیر سے ، انہوں

نے کہا کہ مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ :

حسین بن علی رضی اللہ عنہ رسمی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زوال

دھنی کے وقت آگئے اور آپ کے کائد ہر چڑھ لگئے پشت پر کھینچنے لگے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہوتے شے ۔

جبریل نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ہے ۔

اسے محمد اکیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا : اے جبریل ! میرا فرزند ہے کیونکہ تھا جہاں

جبریل نے کہا : آپ کے بعد آپ کی امانت اسے قتل کر گئی

پھر جبریل نے ہاتھ بڑھایا اور سفید رنگ کی مٹی لائے اور کہا :

اسے محمد ! تمہارا فرزند اس سرزی میں پر قتل کیا جائے گا ، اس سر

سرزی میں کا نام "طفت" ہے ۔

جب بیریل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے خافت

ہو گئے تو اُنحضرت مٹی کو ہاتھ میں لے ہوئے گئی فرم رہے تھے بکھن لگی ۔

اسے عائشہ ! جبریل میرے پاس بخرا لائے تھے کہ میرا فرزند حسین

سرزی میں طفت میں قتل کر دیا جائے گا ، میرے بعد میری امانت فائز و امتنان

سے دوچار ہوگا ۔

لگے اور انہیں سینے سے لگا لیا پھر مجھ سے فرمایا :

یہ مٹی تیر سے باس اماست کے طور پر ہے ، اس کے بعد میری کو

سو نگتے ہوئے فرمایا :

اس سے غم داندہ اور بلا و مصیبت کی بوائی ہی ہے ۔

ام سلمہ نے مزید فرمایا :

رسول خدا (صلی اللہ علیہ) نے مجھ سے فرمایا :

اسے ام سلمہ ! جب یہ مٹی خون کی شکل میں ہو جائے تو جان لینا کہ

میرا فرزند شہید کر دیا گیا ۔ راوی کا بیان ہے ۔

ام سلمہ نے اس مٹی کو ایک شیشے میں انڈیل دیا اور روتانہ

لے دیکھتی اور فرمائیں :-

لے مٹی ! جس روز تو ، خون کی شکل اختیار کر لیگی ، بڑا عظیم دن ہو گا

اور حافظ ابو القاسم ابن عاصم مشتی نے "تاپیخ شام" میں اس طرح

تحریر کیا ہے :-

" ابو علی حمد اور دوسرے بطور اجازہ نقتل کرتے ہیں کہ ابو مکن بن زینہ

نے کہا ہے ۔ سلمان بن احمد ریعنی حافظ طبری (انی) نے عبد اللہ بن عجلان

سے اسی سند اور الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے صرف اس فرق

کے ساتھ کہ اس روایت کی بجائے لوئے اندوہ و بلہ ، اسی

طرح عبارت میں آیا ہے : واسے اندوہ و بلہ " (نقل از علماء ایمن)

ام المؤمنین حضرت عائشہ کے گھر میں مجلس غبرا

حافظ ابن البرقی نے سعید بن ابی مریم سے ، انہوں نے تھیجی ابی الیوب

سے ، انہوں نے ابن غفران سے ، انہوں نے محمد بن ابی زیم سے ، انہوں

نے ابی سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ :

" عائشہ (رضی اللہ عنہا) تو بزرگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

یک ملاقاتی کہہ تھا ۔ جہاں آنحضرت جب چاہتے حضرت جبریل علیہ السلام

سے راطھر قائم کرتے اور میں آجاتے ۔

ایک بار حضرت جبریل سے ملاقاتی کیلئے آنحضرت بالا خانے پر

تشريف یکجیہ جہاں ملاقاتی کردہ واقع تھا اور عائشہ سے فرمایا :-

" کوئی اس بات سے آگاہ نہ ہونے پا سے ۔ "

راوی کا بیان ہے ۔

اتفاق سے جوڑ عائشہ میں ایک زینہ تھا ، حسین جمرے میں داخل ہوئے

اور اس سے پہلے کہ عائشہ آگاہ ہوں حسین زینہ سے اپر چلے لئے ، اچانک

علی حافظ محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحیم ، ابو عبد اللہ بن البرقی مصری نے

وہیہ میں خوت ہوت ہوئے تھے " (ابو داؤد) اور "نسانی" کے بھال

میں سے ہیں ۔ "ابن یوسف" نے توثیق کی ہے ۔ ان کے حالات زندگی

کتاب "سیرۃ النبیاء" سند کرۂ الحفاظ "ہذیب التہذیب" ۔

شذر رات النہسب" اور دوسری کتابوں میں پائے جاتے ہیں ۔

—

دوسرا سلسلہ اسناد: احمد بن حیان رقی سے، انھوں نے عمر و بنا بر بن بکار قصہ فہی سے، انھوں نے جماعت بن عزد سے نقل کیا ہے۔ ان درنوں (جماش اور سیم کے والد) نے عبد اللہ بن ہمیعہ سے انھوں نے ابو قبیل سے، انھوں نے عبد اللہ بن عزد بن عاصی سے،

انھوں نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے پاس اس عالم میں تشریف لائے کہ آپ کے چہرے کا نگہ اڑا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: میں محمد ہوں، مجھے اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا ہے (اوہیت قوّاتُحُ الْكَلَامِ وَخَوْتَمَةُ) جب تک میں تمہارے درمیان ہوں میری اطاعت دیپر دی کرو، اور جب اس دنیا سے چلا جاؤں تو خدا کی کتاب کو تحملے رہو، اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانو تاکہ نتیجہ میں موت راحت دارام اور خوشی سے تھیں آئے۔

خدال افیصلہ پیدا ہی ہو چکا، یہ بات شامل کر دی گئی ہے کہ میرے بعد فتنے اندھیری لات کی مانند تھا رہارے سامنے آئی۔

جب کوئی رسول دنیا سے اٹھتا تھا وہ سر اور رسول اس کا باجاشیں ہو کر اتنا تھا ہمارا تک کہ بہوت کا حقیقی چہرہ بدلتا گیا اور اس نے سلطنت کی صورت اختیار کر لی۔

خدال و ند عالم رحمت نازل کرتا ہے اس شخص پر جو بہوت کو صحیح طریقے سے بختا ہے اور سجائی اور سلامتی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے۔

اسے معاذ اخباردار ہو اور گئی کرد۔ معاذ کہتے ہیں! آنحضرت جب پانچوں لکھنی پر پہنچے تو فرمایا بیزید، خدا و ند عالم نیز میں برکت تقدیر دے۔ یہ کہتے کے بعد آپ کی انھوں سے آنسو بھاری ہو گئے اور فرمایا: مجھے شہادت حسین کی خبر دیکھی ہے اور ان کے قتل کا کہ کی میں میرے لئے یاں کوئی ہے، اور مجھے یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ان کا قاتل کون ہے اس خدا کی قسم حکیم کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جن لوگوں کے درمیان حسین قتل کئے جائیں گے اور وہ لوگ قتل سے باز نہ آئیں گے تو خدا و ند عالم ان لوگوں کے سیتوں اور دلوں کے مابین اختلاف ڈال دیگا، ان کے اشتر کو ان پر مسلط کر دے گا اور انہیں تفرقہ سے دوچار کر دیگا۔

ہائے افسوس محمد کی آل پر، کیا کیا غظیم مصیبیں اس نامزد، عیاش اور شہرت پر سرت خلیفہ کی جانب سے آل محمد (علیہ السلام) پر دھائی جائیں گی میرے فرزند اور اس کی اولاد کو بے دریغ قتل کریگا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں مجلس عزادار

حافظ جعفر بن طبری اپنی کتاب "ذخائر العقبی" کے صفحہ ۱۴۸ پر نقل کرتے ہیں کہ۔ احمد اور ابن حجاج نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

(بات صفحہ ۶۷ پر)

پھر آپ روتے ہوئے اپنے اصحاب کے درمیان باہر تشریف لائے اصحاب میں علی، ابو بکر، عمر، حذیفہ، عمار اور ابوذر موجود تھے، ان لوگوں نے دریافت کیا:

"اسے اللہ کے رسول! اسکے گرد کیوں فرمائے ہیں؟" ۹ حسین آنحضرت نے فرمایا اجھر میں میرے پاس خبر لائے کہ میرا فرنڈز میں میرے بعد سرزٹن "لفت" پر قتل کر دیا جائیگا اور یہ میں میرے لئے لئے تھے اور انھوں نے بتایا:

حسین کی قبر اس خاک پر ہوگی۔" اس روایت کو امام ابو الحسن مادر دیست پتی کتاب "علام النبوة" کے صفحہ ۸۲، بارھویں باب میں درج بالا استاد کے ساتھ انھیں لفظ میں نقل کیا ہے۔

خانہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام میں مجلس عزادار

نشریف نسابر ابو الحسن عبیدی عقیقی اپنی کتاب "اخبار المدینۃ" میں مولانا امیر المؤمنین علیہ السلام کے طریقے سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین فرماتے ہیں:

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے ملاقات یکدیتے تشریف لائے ہیم نے آنحضرت (صلی) کے کھانے کیلئے "خزیرہ" پکوایا۔ ام امیں بھی دودھ کا ایک پیالہ اور ایک طبق ہم لوگوں نے بھی آنحضرت کے ساتھ کھایا۔ پھر میں نے آنحضرت کا ہاتھ دھلایا۔ حضرت نے اپنا دست مبارک اپنے سر، صورت اور ریش مبارک پر پھیرا بعد اُن قبلہ رو بیٹھ کر دعا فرمائی اور روتے تین بار اپنے آپ کو نٹن پر گزاریا ہم لوگ سبب دریافت کرنے سے ڈر رہے تھے۔" اسی اشنا میں حسین آنحضرت کی پشت مبارک پر اچھل کر بیٹھ گئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو پارہ گریہ فرماتے لگے۔

حسین نے کہا: میرے ماں باب اپ پر قریان ہوں، اپ کیوں روہے ہیں؟ تا ناجان! اپ سے تو اسی بات دیکھ رہا ہوں جیکی مشاں آج سماں نہیں دیکھی۔

میرے لال! آج تمہیں دیکھ کر میں اتنا خوش تھا کہ اس سے پہلے مجھے اتنا خوشی کبھی نہیں حاصل ہوئی۔ لیکن میرے دست بھیل پیرے پاس آئے اور مجھے خردی کہ تم لوگ قتل کر دیئے جاؤ گے اور تمہاری قتل کا ہیں یہاں وہاں منتشر ہوں گی۔ اس خبر نے مجھے بہت دلکھ پوچھا یا۔ خدا نے عز و جل سے تم لوگوں کیلئے خیر و نیکی کی درخواست کی ہے۔

(الصراط السوی، کتاب اخبار المدینۃ مقتضی خوازی جلد ۲)

صحابہ کے درمیان مجلس عزادار

حافظ ابو القاسم طبری اپنی کتاب "ذخائر العقبی" میں حسن بن عباس رازی سے انہوں نے سلیمان بن منصور بن عمار سے، انہوں نے پہنچے والد سے۔

تاریخ اسلام دوڑا ہے پر

کی خاتیت کی مہر بھی ہم پر تبریت کی۔

تو ہبھا ہے:
میں نیزید کی بیعت کروں؟
نیزید کی؟

نیزید ایک ہوس پر صفت انسان ہے، جو شب و روز شراب سیں حست رہتا ہے۔ وہی پلید غصہ حرم کے باحث بے کذابوں کے خون سے ترکین ہیں۔
وہی بد بخت جو علی الاعلان نہایت بے پرواں کے ساتھ ہر جم، پرست
خجور اور گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔
یہ مجال ہے، مجھ جیسا انسان اُس سا جیسے فاسق و فاجح کی بیعت، برگز نہ

کر سکتا ہے۔
حیثیں نے ولید کو پائیتھی منصب سناتے ہوئے جو ان حضرت کی خصوصیت
تھی، ساسے پرے اٹھاتے اور واضح طور پر اعلان فرمادیا کہ نیزید جیسے دن سے
محرف اور گناہ کا شخص میں منصب خلافت کی صلاحیت دیلیت ہی نہیں اور نیزید جیسے
ہوئی پرست اور فاسد العقبہ اور دشمنِ اسلام کے باحتوں میں انتہا سلامی کی باگ
ڈوڑھیں دی جاسکتی کیونکہ وہ اپنے لئے ہوں، آکو دیکھوں اور شاریا خرافت سے
اسلامی معاشرے کو جملی آلودہ اور محرف کر دیگا۔

نیزید اور اُس کے کارندوں نے عدالت اور انصاف کو جو کسی معاشرے
کی بڑی، بنیاد اور روح ہوا کرنی ہے، اپنے ظلم و تعدی بچوں و جفا اور بجاوڑ کو شانہ
بنادیا۔

کیا یہ وہی نیزید نہیں جو اپنے باب معادیر کے زمانے میں ارتباطی
ایک حسین و جمیل عورت پر فرقہ اور عاشق ہوا کرنا تھا؟
کیا ارتباط ایک شادی شدہ عورت نہ تھی؟ کی حق وعدالت اور قانون
نے نیزید کو اجازت دیدی تھی کہ اس عورت کو اڑا لیجاتے کی تو شش کر کے اپنی
ہوس پوری کرے۔

لیکن وہ نہ تو حق و عدالت کو سچانا تھا اور نہ اُسے قانون کی کوئی پروا
تھی۔ اس نے اپنے باب کی مدد سے چال پہلی منصوبیت کیا تاکہ اس حسین و جمیل
عورت کو اس کے شوہر سے بچہ رکھ لے اپنے بھر لے آئے، پس تو یہ کہ حسین
ابن علی علیہما السلام اگر درہ میان میں نہ اجابت اور اس عورت کے سنبھلے میں ہو گھناؤ
منصوبے نیزید نے تیار کئے تھے اسے فرزند رسول نے نام نہیں دیا ہوتا تو نیزید اپنے
شیری طالی منصوبے میں کامیاب ہو جاتا۔

پچھے تباہی کیا جمعیت اسلامی کی باگ ڈور ایسے غلیظ، متعفف کثیف
اوسمی شرم شخص کے باحتوں میں تھما جاتی جاتی؟

ہر معاشرے کی روح عدالت ہوا کرنی ہے، قوم و ملت میں اسی وقت استحکام
پیدا ہو سکتا ہے اور قوم کا نہ جیش القوام اسی وقت تک وجود رہتا ہے جب تک عدل و
النصاف پر اس کا نظر آتا ہے اگر کسی معاشرے سے عدل والفات کا خاتمہ ہو جاتا تو اس
معاشرے یا سماج کا ہوتے لقینی ہے، عدالت کا خاتمہ یاد و سر سے لفظوں میں
یوں کہا جاتے کہ انصاف کی موست اسی وقت واقع ہوتی ہے جب سماج کے
ذمہ دار افراد یا حالم جسے عدل والفات کا جامع اظہر ہوا چاہتے وہ خود ہی ظلم و جور
اور فتنہ و فساد کا ارتکاب کرنے لگے اور معاشرے کے مقدرات کی دھمیاں
بچھرنے لگے۔

ایسی صورت میں ظلم و جور اور شروعہ و ضاد جماعتی امور و معاملات میں سریت
کرنے لگتا ہے۔ «الناس علی دین ملوکهم» کے اصول کے تحت قدر
حکم یا حکام عوام انس کیلئے تنویر بن جاتے ہیں، چنانچہ پورا اسلام نتنہ و ضاد کی
لبیٹیں آ جاتی ہے، قانون کا انتظام گزوری اور قانون شکنی خرچہ بیانات کا یافت
ہو جاتے ہیں، معاشرے کی مختلف اکایاں جو ابھی مخدود اور بجا تھیں وہ بچھ جاتی ہیں
اور خود غرضی اور طلب سے کچھی عالم ہو جاتی ہے، مزکر سے جو گناہ و ضاد شروع ہوا
تھا معاشرے کے رک و دبی سے اس طرح نفع و کر ہوتا ہے کتاب و اغظہ و نصیحت
اور انعام کا عالیہ کی تبلیغات میں اثر ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ایسے معاشرے اور سماج
کے سعد ہمار کیلئے راہ و روش کو بد لاغی کوئی آدم جو پرانی روشن سے ہٹ کر نہ ہو
موقر قطعاً نہیں ہو سکتا۔

اچھی خادا وے کاظم خود پتہ مخزوں رکش چشم چڑاغ نیزید کے قدم
تحت خلافت پر آچھی ہیں اب وہ اس مکریں ہے کہ قوامہ بدول حسین ابن علی علیہ
الصلوٰۃ والسلام بھی اس کی خلافت پر «صلاد» بناؤں۔ لیکن امام حسین علیہ السلام اسلامی معاشرے
میں جس سماجی حیثیت کے مالک اور جمیل عظیم معنوی مقام د مرتبے پر فائز تھے اسکے
پیش نکاح اپنی ائمہ اولیوں اور فریضوں کا پورا پورا احساس تھا، اہنولنے نیزید کے
سامنے نہ صرف کریم خم کر دیش سے انکار کر دیا بلکہ صاف صاف اور سمجھتی کے ساتھ
پیش نو قوف کا اعلان فرمادیا جس سے ہم حسینی انقلاب کے اسیاب و عمل اور عاشورہ
کے حادثہ جانکاہ کے روز دار کو سمجھی سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت میدا شہید اور مدینے کے گورنر ولید بن عبدہ کو فوج طلب کرتے
ہوئے فرماتے ہیں:

اسے ولید! تو کیا اپنا چاہتا ہے؟
ہمیں خاندان بیوت اور عدن رسالت میں، ہمارا ہی گھر فرشتوں کی اگلا
تھا، ہمارے گھر میں ملائکہ کی آمد و رفت رہتی تھی۔
خدائے عزیز جل نے دفترستی کا آغاز ہم سے کیا اور انہیا علیہم السلام

جیوں بے بچتے نہیں بے ساختہ بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے تو انکو روکنے کی گوش
کی۔ تلوار نے عبد اللہ بن حسن کے دو ہاتھوں پا ہاتھوں کو جسم سے جدا کر دیا۔ اسی
میں اس قاتل کا نام ابن الحبیب بتایا جاتا ہے۔

محمد بن ابی سعید بن عقیل

آپ حضرت عقیل بن ابی طالب کے پوتے تھے حضرت علی اکبر کی شہادت
کے بعد جب اپنے امام حسین علیہ السلام کو تھادیخا تو آپ خیر سے نکل آئے
مکہ میں اور راتہنائی پیاس کے باوجود آپ امام کی طرف چل پڑے۔
آپ کے ہاتھ میں ایک چوبی خیر میں مورخین کا ہبنا ہے کہ آپ اپنے پیشانی
کی حالت میں امام حسین علیہ السلام کی طرف درود سے جا رہے تھے اور آپ
کے کان کے گوشوار سے ہلتے جاتے تھے۔ آپ امام کے نزدیک نہیں تھے
کہ حقیقت بن یاسرنے آپ پر حملہ کیا۔ آپ سرمبار کے پتوار لگنے سے آپ نہیں
پس اگرے اور جام شہادت تو شش فرمایا۔

ایک اور روایت ہے جس میں صرف یہ فرق ہے کہ آپ کو تلوانیں بلکہ ایک
تیر پیشانی پر لگا اور آپ پر شید ہوئے۔

در علی الصغر ابن الحسین علیہ السلام

امام حسین کے سب سے بچھوٹے فرزند کا نام عبد اللہ علی الصغر تھا۔ آپ کی
ولادت ارجمند کو مدینہ میں ہوئی۔ آپ کی مادر گرامی کا اسم مبارک
رباب بنت امروانیقیس تھا تمام اصحاب اور عنینہ و اقارب کی شہادت کے بعد
جب امام حسین نے آواز استغاثہ بلند کی تو دشمنان دین پر بھجے کہ امام حسین ساری
قریباتیاں پیش کر جے۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ ابھی خیام حسین میں ایک ایسا
مجاہد باتی ہے جو میدان میں اکابر کے لشکر کو رد نے پر مجبور کر دیگا۔ آواز استغاثہ
نے کوئی علی الصغر نے اپنے آپ کو تھوڑے سے گردادی۔

علی الصغر کا بھولے سے گرنا اور خیام حسین میں کھرا مموج گیا۔ امام حسین
نے جانب زینب سے دریافت کی کہ کیا وہ جھپے۔ جانب زینب کے آپ کو
حالات سے آگاہ کیا۔ امام نے علی الصغر کو اپنی آنونش میں لے لیا۔ اور میدان
کی طرف کے لشکر عمر سعد کی طرف اک اس طبقل شیرخوار کو اپنے ہاتھوں پر بلند
کیا۔ پتھے کی تشنیگی کا عالم دیکھ کر فوج شام میں کھرا مموج گیا۔ اب سعید نے جب
پر دیکھا تو حملہ کا اہل اسدی کو حکم دیا کہ اس پتھے کو قتل کر دو۔ حملہ نے
تھمی تی گردن کو اپنے تیر کا نشاہ بنایا اور تیر کے لگتے ہی علی الصغر امام حسین (رض)۔
کے ہاتھوں پر پلٹک کئے۔

جانب علی الصغر کی شہادت کا واقعہ من کہ ہر ایک قوم و ملت کا انسان
کو ای دینے پر مجبور رہتے کہ زیدیوں کو اذیت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔
علی الصغر نے علم کا سلسلہ بھی تمہیں ہوا۔ ایک روایت کے مطابق جب
عمرو سعد نے شہدا اور بلا کے سروکیوں کو نوک زیدیوں پر بلند کرنے کا وہ کم دیا تو کسی نے جانب
علی الصغر تیر کی تلاش بھی شروع کر دی۔ قبر کا پتہ لگ جاتے کے بعد اسے کھو دی
اور اتنے طہر سے سرمبار کے جدار کے نوک زیدیوں پر بلند کر دیا۔

مکہ نہیں تھا کہ حسین ابن علی علیہما السلام زیدیوں کی فلیل اور سوانح حکومت
کو قافیٰ حیثیت سے مان لیتے اور اس کے سامنے جگ جاتے۔
اگر زیدی خلیفہ ہوتا تو اس کے نزدیک افرادی حیثیت رکھتے اور افرادی لگناہ کا اثر
حمد و داد رکوتا ہے، تو اکرتا ہے۔

لیکن زیدیکوں میں آؤ دو و غلط طالع تھت خلافت پر مند رکا ہوا اور اگر
خلافت اسلامی کے مرکز میں نہیں، شراب و کتاب اور قمار بازی کی بساط بچھا
دی جاتے، اگر حاکم اور سربراہ کے ہاتھ طلم و تقدی اور جو روح فکریت آزاد ہو جائی
تو یہ گناہ، یہ جو روح فکریت نہ رکوتا ہے جاہیں گے۔
اس قسم کے گناہ کا سیلاپ خلیفی بارگاہ اور کمرے سے نکل کر پوسے محل اور
 محل کے رہنے والوں میں پہنچ جاتی گا اور اس پہنچتی کا یہ سیلاپ محل سے نکل رکھتے
کے گوشے گوشے اور سرحدوں تک پہنچ پر اپنی حکومت اسلامی کو گناہ کوڈا اور ظالم
و جاہر بنا دیگا۔ تجھا پورا اسلامی معاشرہ مسادرو اخراج، فست و مجبور کی آمادگیا
بن جائے گا۔

انہیں بنیادوں پر حسین ابن علیہما السلام نے فیصلہ کرنے انداز میں فرمایا۔
اسے ولید اتوکی کہتا ہے؟ یہ میں ہمی خوندان نبوت و معدن رسالت
ہمیں ہمارا الگھر فرشتوں کی تحریک رکا اور ملائکت کی آمد و رفت کا محل ہے خداوند
ستعمال نے وفتر سمتی کا آغاز ہم سے کیا اور خاتمت کی ہمہ میں پر ثبت کی اور تو کہتا
ہے کہ میں زیدی کی بیعت کر لوں۔ یہ میں ہو سکتا۔ حسین عیض و غضب کے عالم میں تھے، اپنے گھنکو ختم فرماتی۔ ولید بن
دریاب سے اٹھے اور خانہ اقدس کی جانب روانہ ہوتے تاکہ آخری فیصلہ کر لیں
اور زیدی کے مستلزمیں اپنے فیصلہ کو علی شکل دے سکیں۔

تاریخ عجیب دور اسے پہنچی ہے۔ بھی مکن ہے ایک فیصلہ، ایک ارادہ اور
ایک حادثہ کسی سماج یا قوم و ملت کی تقدیر بدل دے اور تاریخ کو اسی راہ سے ہٹ
کر جس پر وہ سفر کر رہی ہے، دوسرے راستے پر ڈال دے۔

ماہ رجب سے چھوٹی کی تین آخری راتیں ایسی تھیں کہ تاریخ اسلام انہیں
دو رہوں میں سے ایک راستے پر ہوئے گئی۔ اسی ہونک شب میں ہمیں اسلام کی تقدیر کا
فیصلہ ہوا تھا، فیصلہ کرنے والا حضرت سید الشہداء و احباب فدا کے سوا اور کون
ہو سکتا تھا، حسین نے فرض جانا کہ اس شب میں ایک عصوم قائد کی حیثیت سے
اپنی خاص فخری سے اسلام کے مستقبل کی تاریخ خیر برکت ہوئے اس کی سمیت معین
فرمادیں۔ (باقی صفحہ کے اپر)

شہداء سے بنی هاشم، کمسن پچے (باقیہ صفحہ ۱۲ سے آگے)

علیہ السلام کو لشکر چاروں طرف سے گھرپے ہوئے تھا۔ آپ ایک چوبی خیر
لیکر میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ جب عبد اللہ میدان جنگ میں پہنچے تو دیکھا
کہ ایک لعن نے امام حسین علیہ السلام پر حملہ کرتے کیتے تھے۔ کھوارا ٹھکانی ہے۔ اس

شہداء بھی ہام - کسی نبھے

میں تشریف لائے تھے اور عطش کے باوجود آپ نے بے مثال شجاعت کا مظاہر
یکا اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ آتا دیا، آخر کار دشمنوں نے چاروں طرف
سے آپ کو تھیڑلیا۔ اور عالم بہت سی تینی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۳، قاسم بن الحسن علیہ السلام

جناب قاسم امام حسن علیہ السلام کے فرزند اور امام حسین علیہ السلام
کے حقیقی بھتیر تھے۔ آپ کی والدہ وید تھیں، ابھی آپ حدیث عوq کو زستھی باتے
تھے کہ مرکر کر بلاد پیش ہوا، قاسم کے حسن و جمال کا یہ علم تھا کہ جب جنگ میں تشریف
لاتے تو دشمنوں کا رپھنا تھا ایسا معلوم ہوا جیسے چاند کا ایک طیارہ انہوں نے ہوا ہو۔
روز عاشورہ جب بی بھتیر کو جوان ایک کے بعد ایک شہید ہوئے تھے جناب
قاسم نے بھی امام حسین علیہ السلام سے اجازت جنگ طلب کی۔ امام حسینؑ کے وست
مبارک پر اپنے منڈو کو رکھ کر کر کر کرنے لئے اُخرا مامنؑ نے اذن عطا کی۔

قاسم جب میدان جنگ میں آئے تو اُن کے جسم پر زر بھی نہ تھی۔ اور پیر من نعلین
تھے اپنے میدان میں پہنچا کر سی جنگ کی دشمنوں کی ہتھیں پست ہو گئیں۔ ہاتھیں
صرف ایک تواریخی لیکن حضرت امام کے جوشِ لالیں ایک ایک سیلوان کا سامنا
کامیابی کے ساتھی کیا اور قشامی جیسے بہادر کو آپ نے اس طرح قتل کیا کہ لوگ
حیران رہ گئے، عمر بن سعد بن نفیل از وکیل قاسم تو قتل کرنے کا ارادہ کیا بعض
لوگوں نے اسے روکنے کی کوشش بھی کی۔ لیکن جب قاسم چاروں طرف سے
کھڑے ہوئے تھے تو عمرن اُن کے سربراک پر توارکا دار کیا۔ قاسم متبرک بیان میں
پڑا کرے۔ زمین پر آتے ہی آپ نے پیچے چاہ کو مد و کیدے پکارا۔

امام حسین علیہ السلام نے بھتیر کی اواز سی تو تو فوراً میدان کی طرف جیل پڑے۔
امام حسین علیہ السلام کی اس غضب ناکہ اُمر پشاور کے نزدیک اور ہو تو بھلہڑ
پیچ کی اور قاسم کا جسم ناٹھنی زندگی میں ہی پامال ہو گیا۔

ایک روایت کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام میدان میں پستھی
تو عمر بن نفیل جس نے قاسم کو قتل کیا تھا، میں موجود تھا، امام نے اس پر تواریخ
چلا کر اس کا ہاتھ کھنی سے قطع کر دیا۔ شکر شاہ اس کی مدد و کمیت امام پر بڑھ پڑی
مگر چاروں طرف سے گھوٹا سا اس طرح دوڑے کے اُسے بچانے کے بدلتے
پامال کر کے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد جب امام حسینؑ "جناب قاسم کے
سرہانے آئے تو کہنے لگے۔

"تیرے چاہ پر بہت شاق ہے یہ امر کے تو اسے پکارے اور وہ تیری
خرنے لے سکے یا تیری اداز پر اسے کے بعد بھی بچھو کوئی فائدہ نہ پہنچا کے
یہ کہہ کر امام نے قاسم کی لاش کو لے جانے کی تیاری کی اور روایت کے مطابق

یوم عاشورہ حضرت سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ انصار و اصحاب
در جنگ شہادت پر فائز ہو چکے، اب بھی ہامہ کے علاوہ کوئی باتی نہ تھا، ان میں
کم سے کم چھٹا شامی تھے اور جوان بھی، اس مقام پر ایسے ہی چند شہداء کا ذکر کیا
گیا ہے جنہوں نے بھتیر کے باوجود امام وقت پر اپنی جانیں پچھا اور کر دیں۔
اگرچہ ان پر بھروسہ شرکی جادہ ہوئے۔

۴، عون ابن عبد اللہ بن جعفر طیار
آپ خباب عبد اللہ بن جعفر طیار کے فرزند تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ
جناب نے بھتیر تھیں، جب امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق کی طرف
روانہ ہوئے تو جناب عبد اللہ بن مدینہ سے ایک خط ارسال کیا جس میں یہ لکھا تھا کہ
آپ عراق کا سفر اختیار نہ کریں کیونکہ کوفہ کے لوگ ہمہ سبی و فاثمات ہوتے ہیں
یعنی عون و محمد کے ہاتھوں بھیجا تھا۔ عبد اللہ بن مدینہ سے امام حسینؑ
پہلے ایک امان نامہ لکھوایا تھا۔ لیکن امامؑ نے مدینہ واپس چلنے سے انکار
کر دیا۔

جناب عبد اللہ بن عون اس وقت عملی تھے۔ انہوں نے اپنے دلوں بیٹوں کو امام حسین
علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا اور انہیں امامؑ پر اپنی حاصل قربان کرنے کا حکم دیا
اس طرح عون و محمد امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ ہو گئے۔ اور روز عاشورہ اسلام
پر قربان ہوئے جب عون میدان میں اسے تو حنیف کے اشعار پڑھے، جس میں انہوں
نے ہمہ میں ہمہ اسلام حضرت جعفر طیار کا پوتا ہوں، جنہیں خدا نے جنت میں رواز
یعنی دو مردوں پر عطا فرمائے ہیں اس کے بعد اپنے حملے شروع کر کے بھتیر
اور سے اٹھایا اس کے باوجود تین سوارا اور اچھا و پیادوں کو داصل ہبھم کیا۔
عبد اللہ بن قطب طیار کے ہاتھوں شہید ہوئے (الوخفنف)۔

آپ کی خبر شہادت جب عبد اللہ بن جعفر کو ملی تو آپ نے خدا کا شکر اکیا
اور فرمایا میری قربانی بارگاہ خداوندی میں قبول ہوئی۔

۵، محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب

جناب عون کے بھائی، آپ امام حسین علیہ السلام کے چیاز اور بھائی کے
فرزند تھے، آپ کی والدہ کامن خوفناکت حضرت حفظہ بن تحقیق تھا اور وہ قبیلہ بنی بکر
بن وائل سے تھیں۔ روز عاشورہ عبد الرحمن بن عقیل کے بعد آپ میدان میں آئے
اور جباؤ دیکیا۔

دوسری روایت کے مطابق آپ اپنے بھائی عون بن جعفر کے بعد میدان

اعتمادی کا فقدان ہو جاتا ہے۔ خود اعتمادی کا فقدان اس کی جملہ صلاحیتوں پر بری طرح اثر اندر لازم ہوتا ہے جیسے میں ہر میدان میں لے سنا کامیوں کا منزد رکھنا پڑتا ہے، اس ظیغم خرمی سے بچانے کیلئے امام صادق علیہ السلام نے زائر کیلئے منافی سمجھ کر وہ اس روکش کو اپنا کر جس کی زیارت کیلئے گیا ہے کہیں اسی پر سے اس کا اعتماد اٹھ جاتے۔

آخریں اپنے فرمایا کہ ان لوگوں نے جوز زیارت کی مذکورہ بالاشراط پر پرے اترتے ہیں ان کیلئے زیارت حج اور غرہ کے برابر ہو گی۔ ایک ناصر تقریب حسین دور کعت نما طبقاً ہے۔ روایت ہے کہ ناصر اس مقام پر اپنی حاجتوں میں سے جو حاجت سب سے پہلے طلب کرتا ہے اور حاجت جانت ہوئی ہے تو اب قبولیت تک اس کی رسمیت ہو جاتی ہے اور وہ اپنی مراد کو یقیناً پہنچ جاتا ہے۔

کامل النیارات میں ہے کہ اپنے اپنے صحابی کے اس سوال پر کہ راہ میں زائر کی غذا آیا ہونا چلتے۔ اپنے فرمایا دودھ اور روٹی۔

ابو المفاہ امام صادق علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ اپنے فرمائتے ہیں مجھ سے امام صادق علیہ السلام نے پوچھا "تم میرے حادث کی زیارت کو کے تھے؟" میں نے عرض کیا۔ ہاں یا بن رسول اللہؐ کی تھا اپنے پھر پوچھا اور میں دستخوان پھاٹھا جس پر مختلف قسم کے کھلنے تھے میں اثبات میں جواب دیا۔ اپنے فرمایا جب تم اپنے باپ اور والد کی قربی حاجت ہو تو اسی اہتمام کے ساتھ ادنفعہ ہوتے ہو؟ امام علیہ السلام کا مقصود یہ حکاہ حرم میں لذیذ غذا کے پرہیز کرنا چلتے ہے اور آخریں وہ جوستے پسلی اشرط ہے اور جوز زیارت کیلئے اس طرح مخصوص ہے جو حج اور غرہ میں ہیں پائی جاتی ہے۔ دعا اے اذن! دخول حرم شریف۔ امام حداد سے اصحاب نے دریافت کیا۔ یہ کیسے معلوم ہو کہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے احانت دید کی ہے اپنے فرمایا اگر انہوں سے آنسو پک پڑے تو سمجھو اجازت مل گئی ہے۔

میرے وال باب فدا ہوں اپنے فرزند رسول اے فاطمہ کے لال اے علی کے ذریعین۔ اے کربلا کے تشنہ! اے غریب الوطن اے شہید اعظم، اے نفس مطمئن کے مالک۔ ہم دور افادہ غلاموں کو اپنی زیارت کا شرف عطا فرماتے۔ اور عالم بزرخ اور درجہ شریم گناہ کاروں کو فراموش نہ لیجئے۔

پسند و صحیح کسی نے امام حسین علیہ السلام سے دریافت کیا۔ اپنے کس حال میں ضم کی تو اس نے فرمایا:- میں نے اس طرح صحیح کی کہ میری پر درگہ ریبرے نظر ہے، آئش جہنم سامنے ہے اور موت میری طلب کا رہے اور حساب مجھ پڑگا، جلے ہے اور میں اپنے اعمال کا اسیرو قیدی ہوا، جو چاہنا رہا، وہ پتا نہیں اور حسوس ہے بیزار ہوں اس کو اپنے سے دور نہیں کر سکت اور کل امور کسی اور کسے لا تھے میں ہیں۔ وہ چاہے تو مجھ پر عذاب، کرے اور اگر پا ہے تو معاف کر دے لہذا اب کوئی نادر اور محنت مجھ سے بڑھ کر نادر اور محاج رفیق رکا۔ (بالغۃ الحجیب، نقل از باب المفار، جلد ۱، ترجمہ مولوی افزاون)

امام نے قسم کو اس طرح اٹھایا تھا کہ سینے سینہ ملا ہوا تھا اور سیرہ میں پختہ ویرتے جا رہے تھے۔

میر عبد اللہ ابن حسن علیہ السلام

عبد اللہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزند تھے۔ اپنے والدہ ماجدہ بنت سلیل بن عبد اللہ بجلی تھیں۔ کربلا میں اپنے عتر قرقہ بانو سال کی تھی۔ مورخین کا میان ہے کہ اپنے میدان میں اگرچہ بر دست جنگ کی اور چوڑاہ دشمنوں کو واصل جہنم کیا۔ اپنے کو شہید کرنے والے ملعون کا نام ہانی بن شیث تھا۔

ایک روایت کی بنا پر اپنے شہادت کا داعر ہے کہ اپنے جب امام حسین علیہ السلام کو مصائب میں گھرا ہوا دیکھا تو ان کی نصرت کا ارادہ کیا۔ امام حسین کی رسمیت ہے اور وہ اپنے اپنے صفحہ ۱۲ پر۔

زیارت امام حسین کی شرطیں

(باقیہ صفحہ ۱۳ سے آگے)

نگاہیں ان سائل پر تھیں جو سائل درست آئے والے تھے۔ اور یہی علا۔ قبولیت زیارت کیلئے ایک شرط بھی ہے تلقیہ پر بھی محل دعویٰ کے لحاظ سے عمل کرے۔

اس کے معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ اگر زائر اور زیارت کے درمیان حکومتوں کی طرف سے پابندی لگادی جائے یا مشکلات پیدا کی جائیں تو اسی صورت میں اگر تلقیہ کے علاوہ کوئی راہ نہ ہو تو تلقیہ پر عمل کرنا تو احباب ہو جائیں گا اور زائری باتوں پر عمل کرنے سب سارے ہیں سے اس کی جان کو خطرہ لاحق ہو یا وہرے برداران دینی کو گزندہ پہنچنے کا امکان ہو۔

۱۳۔ زیارت کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ شریعت نے جن باتوں سے منع کیا ہے اس سے باز رہے۔ اس لئے کہ اگر وہ بازنہ آئیکا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شریعت کے احکام کو حیقہ ناجائز تصور کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے زائروں کی زیارت کا کوئی مفہوم نہیں رہ جاتا۔ وہ صرف دنیاداری اور دھکاوے کیلئے آیا ہے۔ اپنی حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی قربانیوں کی کوئی پرواہیں اور نہیں ان حضرت کی خوشودی درکار ہے، وہ صرف اپنی نفسانی خواہشات کے پابند ہیں۔

۱۴۔ عدالت کی تباہی پر یا اسی اخلاقی احتلافات کی وجہ سے اپنی باتوں پر یقین دلانے کیلئے قسمیں کھانا، زائر کیلئے متنوع قرار دیا گیا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ بعض افراد کیلئے قسم تک کلام ہے۔ بعض افراد اپنے دفاع کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے قسمیں پر اتر آتے ہیں، بعض جذبات میں اندر ہو کر بے پیوچے سمجھ تھیں کھانے لئے ہیں اور وہ یہ بھی نہیں جانا کرتے کہ انہوں نے کس بات پر قسم کھاتی ہے، اصلًا سے اپنی کمی ہوئی باتوں پر بھروسہ رہتا۔ اس طرح بار بار قسم کھانے والے کی خود اعتمادی صرف مجروح ہی نہیں ہو جاتی بلکہ خود

شکر اُر تائیں کرنا

کے خوبی میدان میں بخوبی سیل کیا۔

اگر وہ بھی کسی ساری جگہ کو ملایا میٹ کرنا ہے تو "غم"، فتنے دفعوں اور ظلم و ستم کے قلع فتح کیلئے بہترین ذریعہ ہے تو پھر عمر حسینؑ اس لئے ہے کہ کوئی کوئی طلاق و میراث کے خوبی کی بیخ کی کردے اور پاپ کا ناس کرے۔ حسین علیہ السلام نے کوئی ملک کے خوبی میں لام کار را تین اپنی اولاد، اپنے عزیز واقارب اور رفقاء کی قربانیاں اس لئے دی ہیں تاکہ انسانیت جبر و استبداد، گناہ و عصیان، ستم و تعدی اور فتنے و خور کے پیچے سے بجات پاسکے۔ جوانان عزماً داری حسینؑ میں تشریف کے باوجود افعال غیور و راغوال شیعہ کو ترک کر کے انقلاب سیرت و کردار کا ثبوت پیش نہیں کرتا افسوس نہ حسین کی ہشادت کا عرفان ہے اور زبان عظیم الشان قربانیوں کا احساس ہے۔

یہ جذبہ غم والم ہے جس سے انسانی سیرت کو کمال حاصل ہوتا ہے۔

غازہ ہے آئینہِ دل یکی مگر ملال
حدادت غم سے بے انسان کی نظر کمال (علام اقبال)

عام طور پر جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہیں سرکار شہزادہ امار و احلاط الفداء کے نقش قدس پر جعلنا جاہے، ان کا ابیاع کرنا چاہیے تو یعنی والی نہیں اپنے ایمان سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ کس طرح ممکن ہے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی پیروی کی جسیں امام حسین علیہ السلام امام تھے معموم تھے ماذق الفطرت توی SUPER NATURAL FACULTIES

یہ انسانی نفس کا دھوکہ ہے۔ فربہ ہے کیونکہ حسینؑ نے رسالت کی آنکش بیان پورو ش پاائی، ان کے مرتب سرکار رسالت حضرت مدحتی اصل اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ذاتی قادری صفات کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ تقدیم کانِ حکوم فی دروسوی اللہ اسسوہ حسنۃ تمہارے لئے رسول اللہ ص کی ذات اگر ای صفات بہترین نہیں تو اگر ای حضرت کی زندگی ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہونے عمل ہو سکتی ہے تو امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کیوں نہیں عمل ہیں بن سکی ہے۔ اگر ان ذوات مقدسر کی پیروی امر محال ہوتی تو خدا نے عزوجل کبھی ایسا حکم دیتا ہے، جس کا بجا لانا محال ہو۔ آخر جملہ شہادت کے کلام تو غیر معموم تھے امام نہیں تھے! مگر انہوں نے تامکان انسانی اطاعت پیروی کو اس کی مژمل کمال تک پہنچا دیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہتے گا۔ اگر حقیقت میں نظروں سے دیکھا جلتے تو پیروی داطاعت ان بہترین نہیں کے ذریعہ امام جنت فرمایا ہے اور یہیں بلا دیا کہ اگر تم امّت مخصوص علیہم السلام کی کام حق پیروی نہیں کر سکتے تو شہزادے کے لیا کی پیروی کرو جو نہ تو امام تھے اور نہ ہی مخصوص تھے۔ حبیب ابن منظار کی پیروی کرو، مسلم بن عویض کی پیروی کرو، نہیں بن قلن کی پیروی کرو۔ واقعہ

المیثہ کر بلکہ ایک نہایت فیض نجیگ ساختہ ہے، جس میں دنیا کے کروڑوں انسان انسو بہلتے ہیں کوئی نہیں، اور رنج و ملال کا مظاہر کرتے ہیں۔ ریاحہ رنج و بلکہ فقط تفاہت انسانیت ہے جس کا ہونا فطری طور پر ضروری ہے یعنی اداری یہ تجویز وزاری، یہ نازل و بکا، یہ نوحہ و معاشرہ ہوتا کہ اسی میں عرض ہشادت سید الشہداء علیہ السلام کے خوبی ملکے خوبی میں یادگاری میں طرح قرین صواب ہے۔

حسین علیہ السلام کا بلکہ تین نصب العین ہم سے کس اور امر کا خواہاں ہے، اور وہ حسین علیہ السلام کے یگانہ دیکھا اندرا میں تشکیل سیرت تعمیر کردار، چلن سازی اور کرکھ بیڈھنگ (CHARACTER BUILDING) ہے۔

بہت اثر ہشادت حسینؑ یعنی عزماً داری حسینی مقصود کی انتہائی طور پر پمد و معافون ہے، امام حسین علیہ السلام کے واقعات رنج و اندروہ، اوغر و ملس کو اس پر کنسو بہانے کے بعد انسانی نفس میں یہ قابلیت ہی نہیں رہتی کہ وہ انسانیت سوزنظام میا کر سکے۔ بھی وجہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر کنسو ہیانے والی قوم کا دامن سیاست انسانیت سوزنظام کے دھبیوں سے پاک ہے اور انشا اللہ پاک رہے گا عزماً داری کی یہ شانِ اقادیت ہے جس کی وجہ سے خاتمی عالم نے عزماً داری کو معجزہ اندرا میں آج تک قائم کر رکھا ہے اور قیامت تک قائم رکھے گا۔

اگر غرماً میں خدا دادا تا ہے اور ناشکر گزار انسان میرت میں خدا کو بھول جاتی ہے تو تم حسینؑ اس لئے کہ خدا افراد میں انسان اس غم کے ذریعے سے سرکار احمدیت کو یا اور کسے اور اپنی سیرت کو ان خدا پر میں انسانوں کی میرت کے سائکے میا دھلا جنہوں نے انتہائی بھوک اور سیاس میں انتہائی مصائب والا اور انتہائی خطرات مخدوشات میں ایسی عبادت کی جس کی مثال یہیں کرنے سے تازجہ عالم خاہوش ہے میر نیس علی اللہ مقام نے اس طرح تصور کشی فرمائی ہے۔

اس طرف طبل، بجا، یاں ہوئی لشکر میں اذان

آئے سجادہ طاعت پر امام درجہ اس

وہ نہ زدی کر ز بال جن کی حدر رش و تسری اس

وہ مکتہ کر جو ایسا لئے تین پاک کی جان

زادہ ایسے تھے کہ ممتاز تھے ابرا روس میں

عبد ایسے تھے کہ سجدے کئے تلواروں میں

اگر غم والم انسانی بھروسک ہے تو تم حسینؑ اس لئے ہے کہ یہیں مظلوم سے بھروسی اور بیعت ہوا در قائم سے نفرت ہوا اور اس طرح محبت نظرت کے منشاء و جذبات شروع اتفاقی مظلومیں طے کر کے تکلیف سیرت انسانی کا موجب ہو اور سہما پی سیرت کو شہزادے کے لیا کی پیروی کرو جو نہ امام تھے اور نہ ہی مخصوص تھے۔ حبیب جنہوں نے انتہائی نازل ک حالات میں مظلوم کی محبت اور ظالم کی نفرت کا کامل طور پر کرایا

تو شب عاشورہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، جملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔
۹۔ حلاس بن عمر و ازدی راسی۔ اصحاب امیر المؤمنین میں سے تھے، اپنے زمانہ سلطنت میں کوفہ میں پوس افسر تھے۔ پیر القلب زمانہ ہے کہ عمر سعد کی فوج میں دار و کریم ہوئے، خیر کی آذان پر بیک کی اور گفتگو نے صلح ناکام ہونے پر شب عاشورہ مخفی طور پر خدمت امام میں پہلے آئے اور درجہ پر شہادت پر فائز ہوئے۔

۱۰۔ نعیان بن عمر ازدی راسی۔ حلاس کے حقیقی بھائی ہیں اس سب قبیل ازد کی شاخ ہے۔ اس کی نسبت سے راسی کہلاتے ہیں، کوفہ کے باشندے اور اصحاب امیر المؤمنین میں سے تھے، عمر سعد کی فوج میں کربلا پر ہوتے، شرط صلح مسٹر ہوئے پر الفداء حسینؑ سے جا ملے اور حلاولی میں شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔

۱۱۔ حارث بن ابراء القیس بن عابس الکندی۔ اپنے زمانے کے بگانہ شجاع اور عابد و زاہد تھے، اکثر اسلامی لڑائیوں میں کار بیٹے نمایاں بخاتم حسینؑ کے پیارے تھے، اس کی احسان اور ان کے عزم واستقلال کا ایک بزرگ واقعہ مسلمانوں کی تاریخ کا سینہ درج ہے۔ یہ قلعے کے حصاء میں موجود تھجوب مرتدین قلعے سے باہر نکال کر قتل کئے جانے لگے تو اپنے اپنے حقیقی بچا پر جنگ کروایا اس نے ہمایم ملہارا جا چکا ہوں، حارث نے کہا اللہ میرا پروردگار سے ہے، اس کا حکم مقدم ہے، یہ کچھ تک رس کو قتل کر دیا۔ یہ نسلت کے انقلابات ہی تو ہیں کہ ایسا عابد و زاہد، ایسا احسان فرم دیجئے شکریزید کا ایک فتحا، شرط صلح مسٹر ہوئے پر اپنے راحت و آرام کو ترک کر کے خدمت امامؑ میں حاضر ہوئے۔

۱۲۔ حضرت غامرہ بن مالک تعلیمی۔ پہلے کوفیں حضرت مسلم بن عقلین سمعت کی، ان کی شہادت پر روپوش ہو گئے پھر شکریزید میں دار و کریم ہوئے آخر میں امام مظاہوم کی خدمت میں حاضر ہو کر درجہ پر شہادت نصیب ہوا۔

۱۳۔ سعد بن الحشر الانصاری والعملانی اور ان کے بھائی ابو الحتفہ بن الحشر و الجلانی۔ دونوں کوفہ کے رہنے والے اور فتر کے ملازمین سے تھے۔ حقائق اور دیر میں تحریر ہے کہ جب روز عاشورہ اصحاب حسینؑ پر چکار اور حضرت نے با کاونڈل پکارا "کیا کوئی ہماری مدد کرنے والا ہے؟" اور حضرت کی آذان سن کر حذر رات اور سارے بچے روتے پہنچنے لگئے۔ سعد و رانی کے بھائی اس حالت کو برداشت نہ کر کے حضرت کی جانب سے اپنی ہی شکریزیدی فوج سے بڑا شروع کر دیا اور بہت سے بیزیدیوں کو تہریق کر کے دونوں بھائی ایک ساتھ شہید ہو گئے۔

۱۴۔ عبد اللہ بن بشر الحشمي۔ مشہور شخصیت ہیں۔ ان کے والد بشیر بن ریحان زمانے کے مشاہر میں سے تھے۔ بہت بہادر اور بہترین شہسوار تھے، کوفہ کا شہنشاہ احاطہ "جبار بن بشیر، بکلنا تھا، انہیں کے نام سے منسوب ہے۔ جنگ قادسیہ میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا تھا ان کے فرزند عبد اللہ بدرا اور احصان کے موصوف تھے۔ بیزیدی فوج سے نکل کر حسینی سپاہ میں شرکت اختیار کی اور پہلے جملے میں درجہ پر شہادت پر فائز ہوئے۔

۱۵۔ سیف بن حارث بن سریع، مالک بن عبد بن سریع اور اخ-

میں جو شہید ہوتے ہیں ان میں تاہمین کی ایک خاصی جماعت بھی ہے، جو انقلاب سیرت کا ایک عدیم النظر ہونے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تور کر کے شہادتے کر لائے گوہ میں شامل ہوتے۔ وحیم سے شب عاشورہ تک ایک ایک دو دو کر کے شکریزیدے سے آئے اور سر کا سید الشہدار کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی سعی شکریزیدی تکشیش ٹھکانے لگی، انہوں نے جد و ہجد کی اور اللہ نے انہیں ہدایت فرمائی۔ وہ تو کہ کے درجہ پر شہادت پر فائز ہوئے (ایضاً العین فی الہار الحین علیہ السلام معاوی بن عفی)

ان لوگوں کی تو جسین علیہ السلام کے اصولوں کی فتح میں تھی۔ ہمارا فرضیہ ہو جاتا ہے کہ ہم کی ان کے نقش قدم پر چلیں، منقش و خور سے سرفت کریں، لگن ہوں ہے من موڑیں جو واسطہ ادا و ظلم و تعدد کو حقارت کی نظروں سے دیکھیں۔ اگر یہاری اسرائیل میں یہ القلب آجائے اور کردار کندن کی طرح دستے لگیں تو یہ "عزاء حسینؑ" کی، مقت باشان فتح ہوگی۔ اب آئیے ان تاہمین کے حالات پر غور کریں اور ان سرپا اشارہ انسانوں کی پارگاہ میں خراج تحسین پیش کریں جنچ تقدیریں قبل صد فتحاں ہیں۔

قبید المکرم کے چھوڑ کی شکریزیدے سے نکل کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور جباد فرماد کہ درجہ پر شہادت پر فائز ہوئے۔

۱۶۔ جابر بن الجراح مولیٰ عامر بن ہشل تعلیمی۔ جابر بن شہسواری میں ممتاز تھے اور جابر بن الجراح مولیٰ عامر بن ہشل تعلیمی سے عامر بن ہشل تعلیمی کے ازاد بہت بڑے بہادر تھے، یہ قبید، تیم اللہ بن ہشل تعلیمی سے عامر بن ہشل تعلیمی کے ازاد کردہ غلام تھے، عمر بن سعد کے شکریزیدے میں دار و کریم ہوئے جد اُنکو دردیہ کے صعنف نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ نما ذہب سے پہلے شکریزیدے سے جو حملہ کی تھا یہ اسی حملہ میں شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔

۱۷۔ سعد بن الجراح التمی اور ان کے بیٹے عبد الرحمن بن مسعود بن الجراح یہ دونوں بپاپ پیٹے ہوئے تھے، یہ قبید، تیم اللہ بن ہشل تعلیمی سے عامر بن ہشل تعلیمی کے ازاد سے نکل کر امام علیہ السلام کے شکریزیدے اگئے۔ اور پہلے ہی جلیس دونوں شہید ہوئے تھے، مہر بجز بن حی بن تیم اللہ بن ہشل تعلیمی، مورخوں کا بالاتفاق لکھا ہے کہ یہ ابن سعد کے شکریزیدے کو فرس سے آئے تھے روز عاشورہ جب لظائی شروع ہوئی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کی رکائی میں پہلے ہی جلیس شہید ہوئے۔

۱۸۔ جوین بن مالک بن قیس بن شعبان التمی۔ یہ بھی شکریزیدی تھے جب امام حسینؑ اور عمر سعد کے درمیان صلح کی گفتگو ختم ہو گئی اور خروجی کے درمیان جنگ طے ہو گئی تو انہوں نے شب عاشورہ میں اپنے ہم قبیلے لوگوں کے ابن سعد کے شکر سے علیحدہ ہو کر خدمت امام کی سعادت سے بہرہ درہ ہوئے اور روز عاشورہ پہلے جلیس میں شہید ہوئے۔

۱۹۔ عمر بن حبیب بن قیس بن شعبان الصبعی التمی۔ یہ نہایت شجاع، بہادر اور شہسوار تھے، شکریزیدے تھے، امام کی خدمت میں حاضر ہوئے، میدان جنگ میں داد بجماعت لی، پہلے جنگ میں شہید ہوئے۔

۲۰۔ رقہم بن حبیب بن بشیرازی۔ اہل کوفہ میں بہادر، ولی شہسوار اور شیخ تھے، شکریزیدے میں کربلا پہنچ ہوئے، پھر ناہر ان حسین علیہ السلام میں شامل ہو کر روز عاشورہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۲۱۔ زہیر بن سید ازدی۔ شکریزیدے میں تھے، جب امیر صلح منقطع ہو گئی

حسین مظلوم کی جگہ یہ نہیں "یزیدیت سے تھی اور آج بھی ہے، جب تک یزیدی فشنه و خوبی، یزیدی جبر و قشد، یزیدی عصیان و طغیان دنیا میں موجود ہے۔ حسین "هل من فاصل نصر فنا" کی آواز بلند فرماتے رہیں گے، شہید اعظم کی سب سے بڑی مدد و گناہ کو خود ترک کر کے گناہ کے خلاف محاذ قائم کرنے والے اگر کپ اپنے کروار سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے، اپنے اقوال سے یعنیت کی مدد و پابنان شعبان بن لیں تو اس مدد سے ہزار درجہ بلند و برتر ہے جو کپ کے اخاطر کہہ رہے ہیں۔

ایت ۱۴۳ؑ کے اس محروم میں سرکار سید الشہداء اور اخوات اولاد العین را الفداء سے عذر کرنے کرتا امکان انسانی انقلاب سیرت کاظمہ اور کربیں گے، اپنے گناہوں سے تو کر کر کے تائین کریلا علیہم السلام کی سیرت کو پانی پیش کے اور عزاداری کے ذریعہ ہم مقصد شہادت حسین کو پورا کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے۔
ادنشاء اللہ

تاریخ اسلام دوسرے پر (باقی ص ۱۲ سے آگے)

گھنگھوڑا تاریکی اور رات کے گھر سے سائے چاروں طرف پھیل چکے تھے، لفڑ رات کا سکوت چھایا ہوا تھا اور مدینۃ الرسول مخواب عقلت میں ڈھوندا تھا۔ کسی کوئی خبر کہ حسینؑ کے خاتم اقدس میں، ان کی طوفان نزد روح کی گھرائیوں میں کس شم کا جوش و خروش براپا ہے، وہ اپنے آپ کو ایک دو را بھے پر کھڑا دیکھ رہے ہیں۔

ایک راستہ غلط و بزرگی اور شرافت دنیا بخت کا تھا جو شہادت پر تھی، ہورہا ہے دوسرا راستہ ذلت و دستی کا بھوچن دروزہ زندگی کی حفاظت پر تھم ہوتا ہے۔

لیکن حسینؑ علیہ السلام نے بیت بدلے ہی اپنے راستے کو تھی فرمایا تھا۔ ان حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وطن میتوڑ تحری خطوط نے شہادت کو ان کیستہ سرنوشت قرار دیدی تھی۔ یہ وہی سرنوشت تھی جس کو قضا و قد رہی کے قسم نے روز ازالہ ای ان حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے خونین صفوں زندگی پر تحریر کر دیا تھا۔

حسینؑ علیہ السلام اس بھیانک اندریں رات میں اس فخر میں تھے کہ اس عظیم اقدام کیلئے اس قسم کی مخصوص بندی کیجا تے اور یزیدی حسین کے خلاف اپنی سرگرمیا کو کس نقطہ سُر شروع فرمایا۔

وہ چلہتے تھے کہ اس مہمی مطلق العنوان پادشاہ اور طاہر کے خلاف اپنی سرگرمیا شروع کر دیں اور اسلام کے اس پیروغ دریا کی راہ میں جو شمناک رکاوٹیں اس کے ہائی میں خلی فیال رہی ہیں، استعد و کر دیں۔

یہ ایک بھکن ہے کہ گھر می کارزار کے ذریعے اس کی عسکری طاقت اور جنگی اسلحیوں کو نیست و نابود کر دیں؟

غایبا ہی وہ سوال تھا جس پر کپ نے بہت زیادہ فکر کی اور اخیر اس نقیج پر پہنچ کر طاقت کے ذریعے سبیبات کو مولیتی کا اعلیٰ حسنی ہو گا لیکن قربانی اور شہادت کا اثر صریح قیامت تک باقی رہے گا۔

علام شبیب صحابی رسول سیف اور مالک دونوں چیز اور اخیانی بھائی تھے پر دونوں ایک ماں کی اولاد تھے۔ کربلا کی صلح مسترد ہونے کے بعد امام علیہ السلام سے اگر ملحت ہو گئے۔ ان کا علام شبیب صحابی رسول تھا ان کے ساتھا گلگا۔ روز عاشورہ شبیب زنگناہی شہادت کرم ہوا اور دونوں نوحان امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے قریب گھر ہو کر رہنے لگے۔ یہ ان کے دل کی بے چینی تھی جس نے آنسوؤں کی شکل اختیار کر لی جذبہ علم کا اتنا ہے جو ان تھا کہ مرنے سے بات نہیں نکلی تھی مگر کیا ہے امام کی قلب میں کارپے فرمایا کیوں میرے بھائی کے فرزند وارثتے کیوں ہو؟ وہ بخوب تھوڑی دیر میں تھا رے لئے خوشی ہی خوشی کے سامان مہیا ہوں گے۔ دونوں تھوڑی کیا ہماری جان آپ پر قربان ہو ہم اپنے لئے نہیں رہتے، ہمیں تو تحضیر کی سے کسی پر وہنا اکرنا ہے ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کا چاروں طرف سے ماحض و کریا گیا ہے ہم سے آپ کی حفاظت کا امکان نہیں رہا۔ اخضرت علیہ السلام نے فرمایا: خدا تم دونوں کو جزاۓ شیر دے۔ اے میرے بھائی کے فرزند و ابھارے سے خدا تھے پر جو میری دیگر سے ہے اور اس محمد رہی پر جو تھیں میرے ساتھ تھے خدا تھیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ "خطبلہ بن اسد کی شہادت کے بعد ان دونوں نے امام علیہ السلام کو الواعی سلام کی اور رطک شہید ہوئے۔

۱۹) زہیر ابن قین بن فیض بھلی۔ اخراخ عرب میں سے تھے نہایت شجاع اور مردمیان تھے جمل و صفين کی راٹانی کے بعد مسلمانوں میں عثمانی اور علوی کے نام کی تفرقی پیدا ہوئی تھی۔ جو لوگ معاویہ کے طرف اتھا نہیں "عثمانی" کہا جاتا ہے اور جو جناب امیر عکر کے حامی اور مددگار تھے انہیں "علوی" کے نام سے باوکیا جاتا ہے واقعہ کربلا سے پہلے زہیر "عثمانی" تھے اس نئے یاہل بیت بنوت سے کوئی خاص رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ زہیر نے مسٹر ڈھمیں اپنے اہل و عیال کے ساتھ جی کیا وہی پر امام حسین علیہ السلام کا ساتھ ہو گیا زہیر اگرچہ مختلف گروہ سے تعاقی رکھتے تھے لیکن وہ امام حسین علیہ السلام کی شخصیت سے معموب تھے، اپنی خیال تھا کہ اگر امام حسین علیہ السلام مجھ سے طلب انصاف فرمائیں گے تو میرے لئے اسے روکنا ممکن نہ ہو گا اس کا نتیجہ تھا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے قافلے سے دور دور رہتے تھے مگر امام علیکو ان کی خطری صلاحیتوں کا ہر فان مختار اور حضور اس انقلاب سیرت کیستہ کوشان تھے۔ ایک منزل پر امام نے زہیر کو بلایا۔ اس کی بیوی ولیم انقلاب سیرت کی خرک ہریں اور اب زہیر تائب ہو کر حسین مظلوم کے لشکر کے علمداروں میں سے ایک علیبروار تھے۔

۲۰) جذب حرب بن یزید الریاضی۔ ان کے واقعات کی تفصیل سے سمجھی آگاہ میں تھی کہ مختلف میں حد و رجہ جو ایک جب توفیق نصیب میں آئی تو اس قدر مرتباً بلند ہوا کہ جو تھے اور وہ مال حباب فاطمہ زہرا سلام اللہ عنہا تھا آج بھی دنیا میں صنالتوں اور گمراہیوں کا لھٹا تو پہنچرہ ہے اور کربلا کے غظیم الشان اور عدیم المثال شہید امام مظلومؑ کی آواز استغاثہ بلند ہے دنیا کی حالت یک حسینی نیست تاگر دشہید ہے۔

وزریسیاراند در دنس بیز بید دو رحماء زیریوس کی فزادانی میں آج تھی حسین علیہ السلام آپ کو مدح کیلئے طلب کر رہے ہیں آج بھی آپ حضرت سید الشہداءؑ کی نصرت و امداد کر سکتے ہیں

زیارتِ امام حسنین کی شرطیں

وانفردیت مقدس سے مقدس ترین اور ارفع داعی اذات اور شخصیت کی زیارت میں نہیں پائی جاتی۔ کربلا کے الملاک ترین واقعہ سے بہت پہلے اس زیارت کا وجہ تھا ہے جو چالے ہے فنکل بدی کیوں نہ رہی ہو، بلکہ پیدائش کے وقت ہی اس پاکیزہ سر زین کی منی کی زیارت جب تک علیہ السلام نے حج خدا سے کرانی اور باقاعدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گریغ مردمیا۔ ظاہر ہے کہ حسین جیسے صوم اور صائم بندۂ خدا کی زیارت کا اہتمام خود خدا رے عروج کے دست قدرت سے ہوا ہو تو قیمتی زیارت کاہ سی جو ملعقول کارنا مریا الوہی مشن کی تجسس سے ربط رکھتی ہے، اسی روپ خاص کے تحت خشت حال اور پریشان انسان مشکلات اور پریشانیوں سے بھرا کر اپنی محبت و عقدت کا اطمینان کرتے ہوئے اپنی پریشانیوں سے بھٹکا رہا ہے کیونکہ "پنی مرادوں کی تجسس کیتے صاحب قبر کے واسطے درگاہ خداوند کی میں دست بدعا ہوتا ہے تو اس میں کوئی عقلی قباحت اور نہ ہی خدا سے دروی اور خلوکو خالق پر ترجیح کا گان ہوتا ہے۔ یہ تو اس کے ذہنی فساد کا نظاہر ہے جو اس محب فعل کو توڑ دیافت قرار دے رہا ہے۔

سر ۱۱۔ حرم الحرام کی دسویں تاریخ کا شہید ہجرگو شہر رسول النبلین امام حسین علیہ السلام کی تہاوار ذات گرامی مرتبت ہے جس نے تاریخ کے تیز دھار سے کاٹھ موڑ دیا اور بھی کرلا۔ ۵ برس سے زیادہ کی مدت کی دروی پر ہے بھر بھی سجد بنبوی کبھی جناب اسلام کی بیت الشرف میں، کبھی ام المومنین عالیش کے گھر میں، کبھی اصحاب کے درہیان ذکر شہزادت کے ساتھ ساتھ اکریں قبر حسین کے اجر کا بھی بیان ہو رہا ہے اور اداب زیارت کی تفصیلات بتانی جائزی ہے، خداوند متعال کا کوئی فعل غلط نہیں ہوتا، اس کی کوئی نکوئی وجہ ضرور ہے یہاں بھی اتنا شاندار اہتمام اس کی کچھ کوئی مقدمہ ضرور پہلا ہے لیکن یہاں کوئی ضرورت اس کا پڑھ کر خاتم ام سلمہ میں اہتمام ہو رہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام ابھی تکنی کی تندیگی کی زار ہے ہیں اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ اپنے بھائی حسین کے پیاروں میں بیٹھے گریز کرنی ہیں اور اتنا کاش طاری ہو جاتا ہے آپ کو یانی کے چھٹے دے کر ہوش میں لا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد شہزادہ امام تحسین علیہ السلام کے اجر کا طرف متوجہ ہوتے ہیں، اللہ کا اس کے رسول کا رسول کے ہل بیت کا کوئی کام عمل دانہاف سے ہٹ کر نہیں ہوتا اور کوئی علمائهم السلام کی طرف یوں ہی سے کیا فرض پہنچتا کیا اس زیارت کی اجرت یا ثواب ہر زائر کیتے جاسکتا ہے۔ صالح اور غیر صالح میں کوئی فرق نہیں۔ جو ہے اور یقیناً ہے۔ نظرت کے اصول کے مطابق ہے "وَيَتَّهَبُ
باده، ظرف قدر خوار دیکھ کر،" کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص زیارت کو گیا۔ زیارتے جملہ اداب بجالیا اور واپس آگئا اب اگر وہ سابق زندگی میں جس طرح دینی دناف

زیارت کو تسلیم قلب، انہی عقیدت و محبت اور سجاہات انہوں کا ذریعہ تصور کی جاتا ہے، تاریخ بشیری میری عمل اسلام کی تاریخ کے ساتھ ساتھ حل تباہ ہے حتیٰ کہ دیومالانی اور اولاد مذہبی معاشرے میں بھی زیارت کی رسم کسی نہیں تھی میں پائی جاتی ہے چنانچہ عرب بھی اس رسم و رواج سے مستثنی نہیں ہے، اسماں جاہلیت میں بھی لوگ کعدہ اور اس کی دیوار پر آؤیں اس سے کی ہر زمان کو مقدس سمجھ کر اس کی زیارت کیتے آیا کرتے تھے جب جناب رسول خدا مدد نہ منور سے مکرم مر مناسک جو ادا کرنے کیتے تشریف کے جاتے تو اپنی میں اپنی مادہ حرامی جناب اعزیزی قبر پر حاضری دیتے اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اس قبر کی زیارت کو بغیر مدد نہ پڑے ہوں کعبہ کے نزدیک مسجد الحرام میں مقام ابراہیم سے بیان جایج کرام دور گفت نماز پڑھتے ہیں اور وہیں اپکے پاؤں کے نشان ہیں۔ جنہیں محفوظ کر لیا گیا ہے اور ایک چھوٹا سا قدیس پر تعمیر کر دیا گیا ہے جو تمام امت مسلم کیتے تا قیامت زیارت گاہ بنادے ہے گا، عرفات و میں وہ زیارت گاہیں ہیں جہاں حاجی حضرت سال میں ایک مرتبہ جمع ہوتے ہیں یہاں جو اداب زیارت امت مسلم کیتے معین ہیں ہم اسے مناسک جو کئے نہ ہے یاد کر سیں، یاد ہے کہنی اور عرفات کی زمین سال بھر غیر ایاد رہتی ہے منی تین روز کیلئے اور زمین عرفات ایک روز کیلئے آباد ہوتا ہے، جو حاجی ان زیارت کا ہوں میں جتنے لمحے کار رہتا ہے اس کیلئے تجھے شرائط میں جس کو پورا کرنا ہر زمان حرم پر فرض ہے اور وہ اس سے سرموج تجاوز نہیں کر سکتا، بہتر سے پہلے جان یا سراہد سیدھے کی شہادتوں نے ان کے مدفن سے تقدس اور طہارت کے ستوں پر تمام زیارت گاہ تعمیر کی۔ بدتر کے شہدار کی قبریں اپنی تجھیوں کے ساتھ ہر حاجی و زائر کی وجہ اپنی جان بندفل کرنی آئی ہیں احمد کا گنج شہید اس ابھی مركز زیارت بنادے ہے جناب حمزہ کی قبر ابھی واحد کرچیل اور پچھلے نیشیب کے درمیان جلوہ ریز ہے، الغرض رسم زیارت طوع اسلام سے صدیوں کی بلکہ جس دن یہ حضرت ام علیہ السلام نے قدم اس زمین پر رکھا اسی طنے سے اس رسم کا سلسہ شروع ہو گیا زیارت کا پیش نظریقیناً کسی عظم مقصد اور افادہ بیت لہاہیں ہوتا ہے، جسمی رولیات میں اس تاریخ زیارت کے بارے میں تاکید و تشویق کی گئی ہے۔ زیارت کو تفریح طبع کیلئے یا بلے مقصد تصور کرنا اپنی عقل کے قصور اور بصیرت کی کمی کے سوا چھادر نہیں۔ اور جب مقصد رسائی ہوتا ہے تو اس کے اداب و شرائط بھی ماحول۔ سماج اور عہد کے لیے نصیحت و ضعف کے جملے ہیں یہ مثلاً بعض خاتمه ہیں لوگ پر اوپری کی قبر پر حاضری دیتے وقت اصرام کے بیش نظر پر دعائی باندھ لیتے ہیں، جو تاباہر تاریخ دیتے ہیں اور خود کو ذہنی طور پر آمادہ و مرتب کر لیتے ہیں قب زیارت کے واسطے اپنی عقیدت و محبت کا اہل رکرتے ہیں۔ یہ ایک عالم اکتوبر ۱۹۷۳ء میں جملہ زیارت گاہوں میں رائج ہے۔ البتہ ایک خصوصیت اور انفرادیت حضرت سرکار سید الشہداء رواحد القادر کی زیارت میں پائی جاتی ہے۔ وہ خصوصیت

بنوی میں اللہ کے رسول نے زیارت کرنے والوں کے اجر کے سلسلے میں بیان کی تھیں۔ یعنی احرار کو رسول اکرم نے اپنے تین جوں کے تواب کے برابر قرار دیا تھا اس کی تو پنج اور تھریز فرزند رسول صادق آں مجھ نے فرمایا تھا تاکہ اواب زیارت امام حسین علیہ السلام ملبوظ خاطر ہے، اس کی دو صفتیں راجم الحروف کے سمجھیں آئیں، ایک تو یہ کہ شرط انتظام زیارت پر عامل افراط کاشکار نہ ہو جائے اور توہمات لے پئے معبنو طاویل نوکیے بچوں میں بوجوں نہ لیں اور دوسرا یہ کہ واجبات کی اہمیت سے مقابل اور قیاس نہ شروع کرو جائے۔

آئیے ان شرط پر بھی ایک طائر نظر ڈالیں جنہیں فرزند رسول امام حسین صادق علیہ السلام نے بیان فرمائے ہیں تاکہ فی الفین و معاندین اس کے حدود کو توڑا نہیں۔

محمد بن مسلم راوی ہیں کہ ایک روز میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا "کیا ہم آپ کے جلد کی زیارت کرنے والے اس طرح ہیں جیسے جو کیسے کئے ہوں، حضرت نے جواب میں فرمایا: "ہاں میں نے پھر دریافت کیا 'مولانا'" وہ امور جو جاہیزوں پر لازم ہوتے ہیں کیا وہ آپ کے جلد کی زیارت کرنے والوں پر بھی عائد ہوتے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا "تم کس نظر پر کے تھت یہ سوال کر رہے ہو؟ میں نے جواب میں عرض کیا اس لحاظ سے کہ جو فرانص حجاجوں کیسے زمانہ جو میں غصوں ہیں" امام نے ارشاد فرماتے ہوئے سارے طبیعی تعلیم کی ہیں۔ (۱) ایک زائر کا فرض ہے کہ وہ ہمارے بیویوں اور ہمسوروں کے ساتھی کا سلوک کرے تاکہ ہماری بھائی زائر ہوتے ہیں یہ ایک ایسا عمل ہے جو انسانی کو داریں رفت و بلندی اور خصیت میں جاذب و شش پیدا کرتا ہے۔ یہ عارضی ساتھ بھی ایک دوسرے سے تجھی پر اکامہ کرتا ہے تو اس کی فطرت اس نیکی کے ساتھ میں وصلنا لگتی ہے۔ اور وہ سماج کی ہر فرد کو اپنے ہی الکبر کا ایک فرد بخوبی لگاتا ہے۔ اور جو نک مولا کے درستے وابستگی نے اس کے مزاج میں دوسروں کے درود کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ لہذا وہ دنیا سے سپوچنے والی اذیتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

سچا لالا نواز میں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی آنکھوں سے آنسو پوچھتے ہوئے آپ کے بیٹوں کے زائروں کے متعلق فرمایا "بیٹی تمہارے بیٹے کا زائر جب تک رہ میں رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس پر متواتر اور مستقل طور پر نازل ہوتی رہتی ہیں اور وہ خدا کی امانت میں رہتا ہے۔ اور اگر رام میں مر جائے تو اسے شہیدوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

(۲) زائر کیلئے لازم ہے کہ گفتگو کر سے اور سولے نیکی کے کوئی دوسری بات نہ کرے کم گفتگو کرنے سے ایک فروکی صلاحیتیں بھی محفوظ ہو جاتی ہیں اور ذہن و شعوریں سوت اور زمانی میں سبھل کر جانے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے اور جب وہ اپنی زبان نیکی کی باتوں کیلئے لھوٹتے ہے تو اس میں اثر رہتا ہے اور اس کی کم سخنی اس کے اندر وون ہیں خیالات کو درستی اور علم کے حصوں کیلئے ایک صحیح من ترتیب پیدا کر دیتی ہے اور جب اس کم سخن کو تمام فاسد خیالات سے پاک ہو کر حرم امام حسین علیہ السلام کی زیارت پر بھیسوئی کی حامل ہو جاتی ہے تو اس ذات میں کربلا کے شہیدوں کے عزم و استقلال کا جائزہ لینے بھیسرت تھا۔

(۳) زائر کا نیسرا فرضیہ ہے کہ بارگاہ خداوند متعال میں دعا کے ساتھ سما

سے غفلت برداشتہ اور زیارت کے بعد بھی اس کی رخصنی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ پھر بھی وہ مام اجیرت اس کے ایک صلح اور شکوہ کا زائر کے برابر ملے، ایک باتیں حقیقت سے بعد اور مہمل ہیں بلکہ جس طرح اجیر بقدر جنت اجرت پائے گا۔ اس طرح ایک زائر بھی زیارت کے حدود کی پابندی کے لحاظ سے اپنا ایک طرف اعمال کی بنیاد پر پیدا کر تاہم ہے اور اسی لحاظ سے اسے اجر ملتا ہے، ان حدود کا تعین بھی اسی وقت ہوا تھا جب کہ بلکہ داعی کے داعی کے خلاف کے وقوع میں اسے کیلئے بھی نصف حد کا سے زیادہ دروری کا فاصلہ تھا۔ اور اس کی دفعات و تفسیر صادق آں محمد نے داقع کر بلکہ داعی کے بعد کی اتفاق مسجد بنوی کیا خانہ امام سلاکسب کو معلوم ہے۔ یہ کوئی افسانہ نہیں ہے بلکہ حقیقت دفعے پذیر ہوا تھا جب خاتم پیغمبر میں جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا حسین علیہ السلام کے ساتھ اپنے بابا کے حضور میں تشریف فرمائیں جس تریل این اکتے ہیں داقعہ کر بلکہ تبریز سلطنت میں جناب زیر الشید کریم فرمائی ہیں جناب رسول خدا کا دہن آنسو رسول سے ترجیح ہو جاتا ہے۔

چیر تریل این چلے جلتے ہیں اور گریہ کا سلسہ ختم ہو جاتا ہے اور بات ملت شیعہ کے دھرمنتے دلوں نکل پوچھی اور جب زائرین امام حسین کا تذکرہ بچھڑا کیا تو یہ بھی معلوم کریں اُخْر زیارت پر تازو رکیوں دیا گیا ہے؟ اس کی اہمیت و افادہت کیا ہے؟ ذریجت مخصوص کو اختصار کر تھا جس کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔ اگر تھوڑا کا دیر قیمتیہ رہا تو اسی کی کوئی اہمیت نہیں ہے تو پھر کیا ہو گا؟ ظاہر ہے کہ واقعہ بے ایمتحی کا شکار ہو کر ایک اور حدود کے اندر اندر ہی فرماؤش کر دیا جائے کا اور اس مشن اور وقصہ کے عوامل و قوت کے تیز اور طوفانی دھاروں میں پہن کر نظر وں سے اچھل ہو جائیں گے اور صرف تاریخ کے مضمون کا ایک باب بین کر رہا چونکہ زیارت ان خوش حادثات کو زندہ و پیارہ تر میں رکھتی ہے، لہذا اس کی اہمیت اور فادیت کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور شاید اسی لئے امام حسین علیہ السلام نے اپنے نازار سولہ فدا سے دریافت فرمایا تھا۔ نما اپنے میرے زائر کا ای اجتنب قرق فرماتے ہیں۔ اپنے فرمایا ایک جو کا تواب، کر بلکہ میں شہید ہوئے والا شہید اعظم" بیس ملک کر خاؤش ہو گیا۔ رسول اکرم نے باستین جنگ تک اگر بڑھائی اور خاموش ہو گئے امام حسین اپنی مادر عزیز کی طرف متوجه ہوئے، اپنے نے وعدہ فرمایا میں جنت میں داخل نہ ہوں گی جب تک تمہارے زائر کو داخل جنت نہ کروں گی۔ ج

اور جنت یہ دونوں تو عقائد و اعمال کی مصنفو طاری ہیں ان موصنو عات کا سلسہ تو رسول اکرم کی تبلیغات رسالت سے اس طرح جو طب اپنے جسے کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ جنت اس عیقدہ کا انتہا ہے جو ایک سماں کے تمام اعمال کو دستورات اسلامی کی کسوٹی پر برپھر کر فراہم ہوتا ہے اور جس تیاری وہر تاریخ ہے جس تیاری او ظل و جوڑی بھروسکی ہوئی آتش نمود کے انگاروں کو مکنے ہوئے ریگزاروں میں طلبے دیا تھا۔ اور فرزند ابراہیم جناب اسیجن عین مکنے کی پتیتے ہوئے ریگزاروں میں طلبے پان کا چشمہ جاری کر دیا تھا، لہذا ان آیات الہی کے احترام کیلئے خداوند متعال تقریباً کو اواب دے گئیں اور قوانین و مشیر انتط کے اصولوں سے تجاوز کرنے والی فہرست کر دیئے والے ان توفیقات عالیہ سے بھی فیضاب نہ ہوں گے۔ وہ باتیں جو مسجد

غسل کریں اس کے بعد زیارت کیجئے حرم داخل ہوں تو اس کا کیا ثواب ہے؟ اپنے فرمایا خداوند متعال نہ کہا ہوں کو بخشدیتا ہے اور اس کو اپنے حفظ و امان میں رکھتا ہے۔ (کامل الزمل لات)

(۴) خضوع و شروع کے ساتھ ہنا بھی زائر کے فراہمیں سے ایک فرض ہے۔ زیارت کی پیش طبقہ قابل غور ہے۔ بشرطی انجام دہی نماز کی قبولیت کا سبب ہے، یہی لازمہ اللہ کی طرف سے غلبی مدد و ماحصل کا ذریعہ ہے جا پنچ خداوند کیم ارشاد فرماتا ہے۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ امّهات الکبیرۃ

الاعلیٰ الخاشعینہ

مد و طلب کرو نماز اور روزہ سے۔ اور یہ دو بھر ہے لوگوں کیلئے سوائے نجف خاشعین میں سے ہی۔ پیش طرز ازترین تخلیے بھی صادق آتی ہے۔ اگر زیارت کرنے والا خاص عہدگا تب تو زیارت کا ماحصل ہے ورنہ پچھلی تین قابل توجہ بات ہے کھبکی ولادت فطرس کو بال و پر دیدے (کامل الزیارات) اس کی شہادت کیا ہنسی دے سکتی۔ یعنی یہ تو خاشعین کا حصہ ہے جتنا ول جھکے کا اتنا اس کی عظمت و بزرگی پڑھے گی اور اس کے یہاں تھا شیعت میں پورا اتنے سے سند ملے گی اسی لئے آنکھوں نظریں صادق آں چھار شاخوں ملتے ہیں۔

عہ لازم ہے کہ حرم میں یہ پنج بھر زیادہ سے زیادہ نمازیں پڑھواد زیادہ سے زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و ان کی آئی اطہار پر درود و صبحتہ سے نماز جملہ برائیوں سے روکتی ہے۔ **الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر**

نماز گردی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔

عہ لازم ہے کہ گناہوں سے آنکھوں کو بچائے رکھتے۔ صادق آں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی تنبیت کے بعد آنکھوں کی تنبیت پر زور دیا۔ آنکھوں پر قابو رکھنا ایک بڑی ایمت کی حامل ہے۔ سفر و حضرت آنکھیں نفس اماروکو اچھاری رہتی رہتی ہے۔ اور یہ نفس قدمر قدم پر اور ہر آن منتو فہری پر امامادہ کرتا ہے تحرمات پر نظر کو جا حریتی ہے۔ گناہ میں بسرا کام ترک کر دینے میں نکسر نہیں اچھا رکھتا۔ لہذا آنکھوں پر پاماری عائد کرو دی تاکہ آنکھوں کے راستے کوئی عنینہ جعل نہ کر سکے اور زیارت کی پونچی حفظ و مامون رہے۔

عہ لازم ہے کہ جو زائرین بھروسے کے آنکھوں لٹکنے ہیں ان سے سہر دردی کرے اس کی مدد سے کوتا ہی ترکے اگر راقم المعرف و دریان زیارت بچھ جریات کے رکن آتا تو شاید صادق آں محمد کافرعان سمجھیں ان کا۔ میں شغل طاقت فرمام حسین تھا کہ دیکھا ایک عورت جو بچی سے بغرض زیارت کی تھی اور اس کی اکل بونجی ۴۰،۰۰۰ بیس ہزار پر تحقیق کی جیب ترستے نے یہ رقم مغلکہ مسے اڑا کی اور حبہ اس کو احسان ہوا تو وہ اس قدر بے چین و مسلکیم اور بد حواس بختی کا لاس کی گی کیفیت ضبط تحریر سے باہر پہنچے۔ اکج جب میں پیش طرز زیارت کو تبلید کر رہا ہوں تو احسان ہوں ہلہ بہتے کہ امام صادق علیہ السلام کی زائرین کیلئے پیدا ہونے والے مسائل پر اسی وقت تعلق ہے جب اس قسم کے مسائل بہت کم پیدا ہوتے تھے اس پیش طراز کے میں نگاہ اگر زائر کرم تھوڑی تھوڑی بھی مدد کریں تو اس کی ساری پریشانی دور ہو جائے گی۔ یہی تو کلام معصوم کا وہ مجرہ ہے کہ ان کی (باقی ص ۱۳۲ پر)

کثرت سے طلب مغفرت کرتا رہے، بیان بارگاہ الہی میں زیادہ سے زیادہ دعائیں معرفت رہنے کی اپنی لمحے تاکیدی الہی ہے کہ دنیوی زندگی کی ہر سانس کے درویان انسان کا کھلہ ہوا شمن ابليس اس کو شمش میں معرفت رہتا ہے کہ دلوں میں ایسے فتنہ و فساد کو جنم دیا سے جو انسان کی مردہ روح، فرسودہ و مگراہ مکن افکار اور حرص و اذکر کے ذریعہ دل و دماغ کو سیدھا راستے سے ہٹادے اور جب زیارت کر کے پلٹے تو اپنی کوئی کمی باقی نہ رہتی۔ اور وہ امام علیہ السلام کے فیوض و برکات کے چیزوں سے سیراب نہ ہونے پائے۔

چنانچہ زیادہ سے زیادہ استغفار کرے اور ان گناہوں سے بچتا رہے جو دعا کو مستجاب ہونے سے روکتے ہیں۔ اللہم اغفر لی الذکوب الیت تجیس الدعاء۔ پروردگار امیرے ان گناہوں کو سمجھ دے جو دعا کو باب اجابت تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں۔

جب زیارت کے قصد سے نکلے تو پاک و پاکیزہ لباس زیس تن کرے۔ اس لئے کہ ان ذوات مقدسہ کی زیارت کا قصد کر کے نکلا ہے۔ جہاں پاکیزگی کے ساتھ سمجھات کا حصہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ذات گرامی مریت ایسی ہے جسکی طہارت کی صفائت خداوند متعال نے آسیہ تطبیر نازل کر کے لیے ہے مخصوص علیہ السلام نے زیارت و ارشاد میں طہارت کا اعلان وہ بھی اناد مثاہر و زادہ اندراز میں لیا ہے اشہد اذکر کیتی نوراً فی الاصلاب الشامخة وی الارحام المظہرۃ لمرتجیسک العجاهلیۃ بنا نجاسہم او لهم دلیسک من مدد لهمات شایها ترجمہ: میں کوایہ دیتا ہوں لکاپ بلند مریت ایسا واجہا دی کی پیشوں اور یاک پاکیزہ ماڈل کے رحموں میں ایک نور تھے، جاہلیت اپنی تمام ناپاکیوں کے باوجود اپ کونا پاک ذکر سکی اور نہ سچی چاہلیت اپنے تیرہ قدار لباس آپ کو سیاسی۔ تمہارے آیام واجہا دوڑنے تھے اپاکیزہ مایس دوڑ جاہلیت میں مشترکہ رکھنے اور سکم و رواج سے ہٹ کر سنت اسلامی پر گاہمن ہیں۔ صادق آں محمد نے واضح طور پر بیان کر دیا کہ حرم امام حسین میں داخل ہونے کے لئے پاکیزگی و طہارت ملحوظ خاطر رہے۔ جیسے عبادت خداوند کی میں طہارت خاطری و باطنی دونوں کی پیش طرز ہے۔ اسی طرح حرم امام حسین علیہ السلام میں داخل ہونے کیلئے بھی طہارت شرط ہے۔

کیونکہ قول اقبال جب عذریز یہ میں کلر لا الہ الا الله کا سرزمین ہے بے حل جلا و تھا۔ اس حسینؑ نے اپنی پوری الوہی ماقوت کے ساتھ کلمہ کے سینے پر ہمڑ کئے۔ اور اس ریکھ کاری میں اپنے خون کی دھاروں سے نقش لا الہ الا الله بچھا اس طرح لکھ دیا کہ وہ نہ صرف ہاتھی رہا گی بلکہ وہ نقش ہماری بنا جاتے کا ذریعہ نہیں۔

نقش اللہ علیہ صحنہ نوشت: سطْرَ عَنْوَانِ بُجَاتِ مَا نُوشتَ زائر کیلئے حضوری کا ہے کہ حرم میں داخل ہونے سے پہلے عمل کرے یعنی عمل نیت کے ساتھ کمیں غسل بھالاتا ہوں حرم امام حسین میں جلدی کیلئے قربتہ الہ ایک صحابی صفووان جمال نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا، مولا اگر نہ فرات میں پہلے

شجرہ حبیثہ مروان بن حکم (اطریلہ سو لحدام)

بایپ تھا ابن سعد کے قول کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوا اور مدینہ اگر رہنے والے (مخراوس) کی بعض حرکات کی بذریعہ پیغیر اکرمؓ نے اسے مدینہ سے نکال دیا تھا اور طائفہ میں رہنے کا حکم دیا تھا پھر یعنی عثمانؓ کے عوام خلافت میں مدینہ بلالیا گیا۔

ابن عبد البرؓ نے حکم کو مدینہ سے نکالتے ہی ایک وجہ بیان کی ہے کہ رسول اللہؐ اپنے اکابر صحابہ سے ٹری ای رازداری کے ساتھ مشورے فرماتے تھے۔ ان کی کسی طرح سن گئی لیکر وہ (حکم) اپنی اقسام کو دیتا تھا اور وہ کسی اوجہ بیان کی ہے کہ وہ رسولؐ کی نقلیں ادا کرتا تھا حتیٰ کہ ایک مرتبہ حصہ کرنے خود اسے پرہوت کرتے دیکھ دیا (الاستیعاب از ابن عبد البرؓ کتاب حاشیہ پر شائع ہوتی ہے لہذا الاصفی بیرون جمع کریں جلد ۱، ۳۱۷ و ۳۱۸)۔

تذکرہ: جس وقت حکم کو پیغمبر نے مدینہ سے نکل جائے کام حکم ویا مردان کی محترمیت پر ۷۔ سال رہی ہوئی وہ بھی بایپ کیسا تھا طائفہ جلا گیا۔

حضرت ابو بکر و عمر کے وہ زمین بھی شہر پر برہا اور اسے مدینہ متورہ میں داخل ہونگی اجازت زمیں، خلیفہ اول و دوسری کی روشنی خلاف حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت میں اس کو واپس بلالیا۔ اور اسی معنوں شخص کے یہی طبقی "مروان" کو اپنا مشیر (سکریٹری) بنالیا۔

مروان کا خسب و نسب مذکورہ سطروں سے مروان کے حسب و نسب اُسے ملعون و محتوب اور راندہ درکاہ کیا۔

خلیفہ کا سکریٹری ایوالا علی مودودی نے ٹری جرأت کے ساتھ لکھا ہے کہ: ... یہاں یہاں لوگوں کیلئے سخت مشکل تھا کہ رسول اللہؓ کے اسی معنوں شخص کا طیبا اس بات کا بھی اہل ہے کہ تمام اکابر صحابہ کو بھجوڑ کر اُسے (مروان) خلیفہ کا سکریٹری بنادیا جائے، خصوصاً جب کہ اس کا معنوں بایپ (حکم)، بھی موجود تھا اور اپنے یہی کے ذریعے حکومت کے کاموں پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔
(خلافت دملوکت ص ۱۱۰ - ۱۱۱)

حضرت عالیہ کی لعنت ابو بکر مردان کی فتنہ پر داڑ لوں سے سیزار تھیں۔ نخنے کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

روڈی عن عائشہ من طرق ذکر ہا ابن ابی خیثہ وغیرہ انہا قاتل مروان امامانت یا مروان فاسدہ لان رسول اللہؓ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اباک وانت فی صلبیہ۔

"اے مروان! کیا تم وہ نہیں؟"

یہ گواہی وغیری ہوں کہ رسول اللہؓ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اباک پر لعنت کی

خداؤند عالم نے اپنے جبصے حضرت ختمی مرتبت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُسے اہلسنت اطہار علیہم السلام کے مشنوں کی نشاندہی اپنی کتاب قرآن مجید میں کو روایت ہے حق و باطن اور ظاہر و ظلم و کوایک دوسرے سے غیر تکریبی کہ بھر کجھی طرف اران ظسلم و ستم کی آنکھیں نہیں کھلیتیں، شاید اسی لئے بار بار قرآن مجید مختلف انداز میں ان لوگوں کو جسمی جسم نہیں اور کہتا ہے،

وَأَنْتُمْ تَشْكُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (بقرہ ۲۲) "حالانکہ تم کتاب (خدا کو برابر) پڑھتے ہو، تو یہ عقل سے کیوں کام نہیں لیتے؟"

افلأَ تَعْقِلُونَ "کی تکرار قرآن مجید نے تیرہ بار کی ہے اسی طرح لعلیم، تَعْقِلُونَ (شاید کشم عقل سے کام) اور اسی طرح "لَعْقِلُونَ" (وہ عقل سے کام نہیں لیتے) کی تکرار بھی ہوتی ہے۔

اسی قرآن مجید سے خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وَمَا لِي جَعَلْتُ الرُّؤْمَ إِلَيْهِ أَرْبَى إِلَّا لِتَنْهَىَ لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَ فِي الْقُرْآنِ

ترجمہ: اور تم نے جو خواب تم کو دھلایا تو اسے لوگوں کی آزمائش اور امتحان کا دفعہ ٹھہرایا اور اسی طرح وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔

ملعون کون؟ اس آرٹ میں ملعون سے مرد کوں لوگ میں؟ ملاحظہ ملعون کون؟ فرمائیں، ابن ابی حیار طبری، ابن ابی حاتم ابن مردویہ، عبدالی ابن عاصم کو دیکھی نے حضرت حسین بن علی، سہل بن سعد، ابن عمار و سعید بن هشیب کے حوالے سے یہ روایت نقش کی ہے، ایک دن رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خواب میں دیکھا کہ "حکم بن ابی العاص" (ابن امیر) کا اولاد میز دل کی طرح اُسے جنر پر اچک رہتا ہے اس خواب سے اس کھفرت اسی قدر تاثر ہوئے کہ آخر عمر تک نہیں۔
(تفہیم طبری ۱۵/۷۷، المدار المنشور ۲/۱۹۷)

مفسرین امانتست کی وجہ پر مشبوق تفسیروں سے بربات واضھ ہو جاتی ہے کہ شیخ علویز سے بھی ائمۃ مراد ہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم بن ابی العاص کو خواب سیادت کیا تھا مردان کا بایپ ہے؟ حکم بن ابی العاص حضرت عثمانؓ کا چچا تھا پھر اکرمؓ نے اسے مدینہ پہنچا شہر پر کردیا تھا ملاحظہ فرمائیں۔

الحکم بن ابی العاص امیر بن عبد الشمش القرشی الاموی عم عثمان بن عفان و والد مروانؓ: قال ابن سعد اسلامی و الفتح و سکن المدینہ ثم نقاء البی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الطائف ثم ایعر المدینہ فی خلافت عثمان...
(الاصفیہ فی تفسیر العصیا باب از ابن حجر عسقلانی ۱/ ۳۵۵)

حکم بن ابی العاص بن امیر بن عبد الشمش القرشی و اموی حضرت عثمان کا چچا مردان کا

جب کتم اس کے صلب میں تھے۔

(الاستعاب جلد ۱/ ۳۱۸ (اصحاب کے حاشیہ پر)

آخر شجرہ ملعون کی تفہیم اسی طرح کی روایت سیوطی نے نقل کی ہے۔

حضرت عالیہ نے مروان حکم کیا۔ ”یہ نے رسول خدا (ص) سے سنلہتے

کہ تمہارے باب اور دادا کے بارے میں فرمایا۔ ”شجرہ ملعون سے مراد تم لوگ ہو۔“

تفہیم الدار المنشور ۱۹۱/ ۲

ایک دوسری روایت میں امام المؤمنین جناب عالیہ نے مروان سے کہا۔

لعن اللہ بالا ک وانت فی صلبی قاتل بعض من لعنة اللہ۔ جب تک صلب پر

میں تھے اس وقت خدا نے تمہارے باب پر لعنت کی ہے اس باقی تم بھی ان لوگوں

میں شامل ہو جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔

(تفہیم قرطبی ۶/ ۳۹۰، تفہیم کبر ۲/ ۲۳۷)

ابن ابی حاتم بن نے بعلی بن مرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا (ص) نے ایک

حدیث میں فرمایا۔ ”والشجرہ الملعون لعنتی الحکم و ولدہ۔“

الدار المنشور ۱۹۱/ ۲

”شجرہ ملعونہ حکم اور اس کی اولاد ہے۔“

میہاں ہم تاریخ کی ان جھلکیوں کی طرف اشارہ کریں گے

جھلکیاں جن کے ذریعہ مروان بن حکم کی فتنہ پر داڑیوں اور ریشہ

و داینوں کا انکشاف ہو جاتے اور اتفاق پسند افسر اد خود ہی فیصلہ کر لیں۔

کہ ایسے افراد، یہ حکومت اسلامی کے سربراہ گرد لئے جاسکتے ہیں؟

مروان کی فتنہ پر داڑیوں کی چیز جھلکیاں درج ذیل ہیں۔

quamni زین العابدین سجاد میرٹھی اپنی کتاب تاریخ ملت حصہ سوم صفحات ۱۱۷،

۱۱۸ پر راقم تھیا۔

حضرت عثمان نے مروان کو اپنا کاتب دسکرٹری مقرر کیا تھا اور آپ کی مہر اسی کی

تحویل میں رہی تھی مصریوں کی وہ جماعت جو حضرت عثمان کے پاس شکایت لیکر تھی تھی،

ان کے قتل کا حکم کروائی تھا۔ حضرت عثمان کی مہر اس پر ثابت کردی تھی جس کے نتیجے

یہ حضرت عثمان کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

مولانا انور شاہ کامیڈی نامی بچتی دلایت مہر کے سلسلے میں مروان کے

ہاتھوں لکھنے والے مکتوب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

”محمد بن ابی بکر کو مصر کا والی مقرر کر کے حضرت عثمان نے مروان کو جوان کا کاتب

تھا حکومدیا کر دیا۔ لکھ

إذ أ جاءكم محمد بن أبي بكر فاقتلوه۔“

جب محمد بن ابی بکر تمہارے پاس آئیں تو انہیں بولوں کرلو۔ (مروان کی فتنہ پر داڑی

دیکھنے اُس نے فاقبلوہ کے سبکے فاقبلوہ (ان کو قتل کر دو) لکھ دیا

اُس پر فتنہ بھلک لُٹھے۔ (لیفیں الباری جلد دوم)

(از خلافت و ملکیت دعاۓ اہل سنت ص ۸۳ و ۸۴)

آپ امام اہل سنت کہلاتے ہیں مھر کے

مولانا عبدالرشکو رکضوی نامزد گورنر محمد بن ابی بکر کے پروانہ قسم کی

کے سلسلے میں لکھنے والے مکتوب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

”خط پھینا گی تو غلام ہو اک مروان کا لکھا ہوا ہے...“ مجھ حضرت عثمان نے صحابہ کرام کے مطابق بر صحیفات اور مناسب فیصلے کے لئے مروان کو (سزا) دینے سے انکار کر دیا مروان ان کا قریار شد وار تھا ان کی مروت نے گوارا نکیا کہ مروان کو پہنچا اخیار سے ایذا پہنچا تیں

(خلافت راشدین ص ۱۹۷)

دیوبن کے فاضل استاذ مولانا محمد میاں ماہنامہ دارالعلوم دیوبنی مروان کے بارے میں رقم طرز تھیں۔

”یہ سماجی ہمیں تاریخ صحیح کے صفات پر موضعی حروف میں تھا ہوا ملکیت ہے کہ عالم اسلام کے مشہور فضلاوں میں غضرت ذو المنورین کے ضعف پیری او رحلے سے استفادہ کر کے جو تھی مہمات میں درست تصرف پا کریں تو تم خوبی ایسا کے احسان تو یہ مرد جگایا بلکہ اس کو بخوبی میں دوست دیگر میاں کرنے تھے میاں میں بھی لے کیا۔“ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبن دسمبر ۱۹۷۵ء)

بعض ناعماً بیت انسانیت ایسا کہ ایک شاہ عبد العزیز محدث دہلوی عثمانی نے اپنی کتاب ”برائی عثمانی“ کے صفحہ کا فتویٰ ۲۸ پر مروان بن الحکم کی صفائی (غائب تعالیٰ تعصب کی بینا پر) پر صرف اکتفا ہی نہیں کیا بلکہ اس ملعون کے فضائل بھی بیان کرنی کو کوشش اور مرد حسراں میں ”جناب مردانہ دہلوی حب“ جیسے قدر س الفاظ سے دیا گیا۔

بہ جال اس کے عکس حدش دہلوی حب کا فتویٰ ملأ حظیرہ فرمائی۔

”اہل بیت کی محبت، فرقہ ایمان سے ہے نکلوازم سنت سے۔ اور محبت اہل بیت ہے پر مردان علیہ الختنہ کو جو اپنہا چاہیے اور اُس سے دل سے بیزار ہے چاہئے خصوصاً امام حسین علیہ السلام اور اُن کے پاکیزہ اہل بیت کے ساتھ بدسلکی کی اور ان ذوات مقدوسے حدو بوجبغض عناد رکھتا تھا۔ اس معاندانہ رکشہ کے پیش نگاہ اس کی شیطان صفت سے نہیا تھی۔“ (فتاویٰ عزیزی) کامل ص ۳۸۰۔ ۳۸۱

فتاویٰ کا تجھہ تھا ہے بغیر محبت اہل بیت ایمان میں بھل نہیں ہو سکتا۔ (۱) دشمنان اہل بیت سے اخبار برآت اور ان سے سیز ایک ایسا جھبکت اہل بیت ہے۔

”بیدار کے منصوبوں کو عملی جامہ بہنانے والوں میں سے واقعہ کر لیا اور مروان پہلا شخص مردانہ ہی تھا جس نے اپنی جناشت کا ثبوت دیتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کا مشورہ دیا۔“

”ذیلیں وہ مشہور واقعہ نقل کر رہے ہیں جو تاریخی معمولی زکاء رکھنے والے کو بھی ملتون ہے۔

سن ساتھ بھجی میں معاویہ کے انتقال کے بعد بیدار سے پہلے مدینہ کا رہ متوجہ ہوا اور اس نے وہاں کے والی و حاکم ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسین علیہ السلام عبد الرحمن ابن ابی بکر عبداللہ بن عمرو و عبد اللہ بن زیر سے میری بیعت لے لے اور اگر یہ ان کا کریں تو ان کے سر کاٹ کر میرے پاس بھج دے ولید کے پاس جب خط ہمچو تو اس نے مروان بنا کر اس سے مشورہ کیا مردانہ اس وقت میری ہیں تھا اس سے نہیں سب بیعت کر لیں گے لیکن امام حسین ہرگز بیعت نہیں کر دیا۔ اور تھا ان کے ساتھ

کافی سن رسیدہ تھا، مروان کے شہزادے علاقہ رسیدہ نامی مقام پر سچوں پر خلافت کا دعویٰ کرو یا اور سن ۲۷ جنوری میں اردن کے لوگوں نے اُس کے ہاتھوں پر بیعت کی، وہاں سے وہ سامان چلا گیا اور تجوہ دونوں بعد پھر مصراً ایسا اور اپنے طبقے عبد الملک کو دہان کا "والی" مقرر کر کے مشق چلا گیا۔

مروان کو خطط باطل بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس کا قاتب بہت ملبا اور اُس کا بارہ بے طول تھا۔

مروان کی موت کے بارے میں کچھ لوگوں کا ہدایت ہے کہ مروان سوریا تھا اور اس کی بیوی ام حلال نے اس کے مزبر پر تکریب رکھ کر اس شہزادے سے دبایا کہ اس کا وہ گھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

(لغت نامہ دہندر ۲۷۳/۲۴۶، ۲۲۷)

صاحب منہجِ الادب، فضل میم ص ۸۵۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مروان حالانکہ عہد رسول میں پہلا ہوا میں بغیر کا دیدار نہ کر سکا۔

پوری سختی کا برتاؤ کرنے پڑے گا۔ اس شوریے کے بعد ولید نے ایک شخص کو امام حسین[ؑ] اور ابن زیور کو بلا نسبتی محبی، ورنہ حضرت شمس بدیں تھے قاصدینے ولید کا بینا کوہ پر بنایا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے آج خواب دیکھا ہے جس کی تعبیر سے پڑھتا ہے کہ معاویہ نے اتفاق کیا ہے اور یہ زیرِ تمیں بمعنوں کیلئے بلار بیٹھے۔ ابھی حضرات جلتا ہے شہزادے تھے کہ قاصد دہندر آگیا اور کہا ولید آپ کے انتظار میں ہیں، امام نے فرش میا جا کر چھر دے کے کہم تھوڑی دیر میں آئیں گے۔ اُس کے بعد آپ پھر تشریف لائے اور بخاہش کے لئے تقریباً یہیں بہاروں کو لیکر ولید کے دربار پہنچے تھام سی ہاتھ مدار الامارہ سے باہر امام علیہ السلام کے ہاتھ کے مطلب تھے رہے، ولید نے امام حسین علیہ السلام کی مکمل تعظیم کی اور معاویہ کی موت کی اطلاع دیتے کہ بعد بیعت کا ذکر کی، حضرت نے فرمایا مستعد عقل فخر ہے تم لوگوں کو جمع کرو اور مجھے بھی بالا میں عام جمع میں انہا رخیاں کروں گا۔ ولید نے کہا ہے تھے، پھر تشریف لائیتے گا۔

ابھی امام حسین علیہ السلام نے جواب بھی نہ دیا تھا کہ مروان کی مداخلت مروان بول اجھا، خدا کی قسم اگر حسین اس وقت تیرے با تھے نکل گئے اور بیعت نہ کو تھی پھر پا تھوڑا سکے ہیں لئے کہ بہت خود بڑی ہو گی۔ تو می وقت اپنے مجبور کردی بیعت کے بغیر باہر نہ جائیں اور ان کا کریں تو مس کی گرفتاری اڑاوسے۔ یہ سنا تھا کہ امام حسین علیہ السلام نے بازار بند فرمایا: یا بن الزقاء! تو مجھے قتل کرے کا؟ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے، تو گناہ کا مرتکب ہوا۔ یہ کہ کہا پاہر تکل آئے۔

بعض مورخین نے امام حسین علیہ السلام اور ولید مروان کے دریان جو گلگتو ہجوتی ان تفصیل سے لکھا ہے۔ کامل نے اپنی تاریخ میں، شہر کا شوب نے منا قب میں اور طبری نے اپنی تاریخ میں معمول روڈوبل کے ساتھ مکالمے نقل کرے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ امام علیہ السلام پر جسم مروان نے بازو طالنے کی کوشش کی تو حضرت نے فرمایا اقا اللہ و انا الیہ راجعون الگریز ہیسا شخص امت کا خلیفہ ہو جاسکے تو اسلام کا والوادع کہدینا چاہئے، میں نے اپنے جد رسول خدا کو بھتی، ہوئے سنبھالنے کے خلافت آں ای سفوان پر حرام ہے۔ یہ بات اتنی طویل پڑھوائی کہ مروان کو غصہ آگیا اور امام حسین کی آذان بند ہونے لئی تو بخاہش مدار الامارہ سے داخل ہو گئے اور قریب تھا کہ جملہ آذربیوں، امام حسین علیہ السلام نے سب کو سمجھا۔ سمجھا کہ معاملہ کو آگے بڑھنے نہ دیا اور کھر تشریف لے آئے۔

(نفس المஹوم ص ۳۰۰-۳۰۱)

مروان کی کنیت ابو عبد الملک محبی، بنی تمیم بن ابی العاص "کاپلہ" شخص اختتماً ہے۔ اسی سے "بنی مروان" نسبت دی جاتی ہے۔ پھر تک دوسرے سال میکس پیدا ہوا اور طائفہ میں پر وکش پائی۔ خلیفہ سوم کے درمیں مدینہ میں سکونت اختیار کی۔ جب عثمان تسلی ہو گئے تو ری ولی و نیر اور امام المؤمن عاشش کے ساتھ بھر جیا۔ جنک صفیین میں معاویہ کے ساتھ تھا معاویہ نے ۳۲ رجبی میں ۹ مسیہ دینہ کا ولی بنادیا لیکن عبد اللہ بن زبیر نے اُسے شہر سے خارج کر دیا تو مژر شام چلا گیا اور پھر سلسل شام اور مددیں میں بہت سے فتنوں میں برابر کا شریک رہا۔ پھر "نهر" نامی ایک جگہ پر سکونت اختیار کر لی جب نیزید کا بیٹا معاویہ (بیزید کے باب پر کام بھی معاویہ تھا اور بیٹے کا بھی) تخت خلافت پر بیٹھا تو مروان[ؑ] اس وقت

شیعہ کون؟

قالَ لَهُ رَجُلٌ : يَا بْنَ رَسُولِ اللَّهِ أَنَّا مِنْ

شِيَعَتِكُمْ
فَقَالَ رَأْمَانُ حَسِينٌ : إِنَّ اللَّهَ لَوْلَا عِيْنَ
شِيَعَيْأَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لَكُمْ كَذَّا بَثَّ وَ فَجَرَتْ
فِي دَعْوَائِكُمْ ، إِنَّ مِنْ شِيَعَتِنَا مِنْ سَلَمَتْ قَلْوَهُمْ
مِنْ كُلِّ غِشْ وَ غِلَّ وَ دَعْلَ ، وَ لَكِنْ قُلْ أَنَا
مَوَالِيَكُمْ وَ مُحِبِّيَكُمْ
(بلغہ الحسین تحریر مولوی باقر حمد)

ترجمہ:- ایک شخص نے کہا:-

فرنڈ رسول! میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں اپ (امام حسین علیہ السلام) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کسی بات کا دعویٰ نہ کرو۔ خدا کا یہی حکم تھا۔ لئے ہے تم اپنے دعوے میں جھوٹ بولے اور گناہ گار ہوئے، ہمارے شیعوں میں سے وہ ہیں جن کے دل کھوٹ، ایمیش، مکرو و جل اور فتنہ و فساد کی باتوں سے پاک ہوں۔ ہاں یہ کہو کہ میں آپ کے دوستداروں اور ماننے والوں میں سے ہوں۔

ایسے جانباز نہ غازی نہ دلادر دیکھے
کربلا بس ترے دامن میں پہنچ دیکھے
اس طرح رمیں تھا اندازِ جہاد قائم
چانپر جیسے کوئی خاک اڑا کر دیکھے
لتن جہوں تھا شیر سے بیعت کا سوال
جیسے پان پر کوئی نقش بنائے دیکھے
ایک انکار عقاوی سمعت لا تسمیں تین ماہ
تیر کی زد پر کوئی جرأت اصغر دیکھے
میرا صاحب حسین پر درود اور سلام
یون کوئی دھار پر تلوار کی جل کر دیکھے
شوہدریا پر تھامیداں میں عائی لئے ہیں
جنک میں جس نے بھی عباٹی تیور دیکھے
کھنڈ والوں کی زبانوں پر تھا گلہ لمیکن
آستینوں میں چھپائے ہوئے بخند دیکھے
سوچتا ہوں تو لرز جاتا ہے دل سینہ میں
بنت زیر اتری انکھوں نے جو نظر دیکھے
اس تنکے سوا کوئی تمباہی نہیں
کربلا جلے شفیق روضۃ الذر دیکھے

سید افتخار عابد شفق بر بلوی

صلائے فاطمہ تھی دلخراش مقتول میں
لیکچہ عزیز دل کا تھا پاش پاش مقتل میں
رسول زادوں پر پیدا یوں نے تم ڈھایا
عزاد و بغض ہوا انکانا ش مقتول میں
ہزار حیف شر ہائے باع بنت رسول
پڑے تھے خاکپہ بن بن کے قاش مقتل میں
زمیں اکرم رحمتی فضا وہ جلتے قیام
ذرا بھی پانی برس جاتا کاش مقتول میں
اندھیری رات کے ستائیں میں شب عاشور
سکین دھونڈتی تھی شہ کی لاثن مقتول میں
حرم حسین کے روتے تھے سر جھکائے ہوئے
بہت ہی خوش تھے یعنی بد مقاش مقتل میں
شہید بھائی سے بھتی تھی شانی رحمتہ را
کروں گی میں بھی میں پو دو باش مقتول میں
سکینہ غنوکی یادوں کی سمح دل میں لئے
گئی فرات پر کرتی تلاش مقتول میں
غصب ہے دھوپ میں چالیس روپک تریکا
ڈاکٹر سید محمد نزیدی جونپوری پڑی بھی ریت پر شروع کی لاش مقتول میں

جو شہید کر بلکے عمر میں رو سکتا نہیں
اوی وہ ہو قیو، انسان ہو سکتا نہیں
ہوتا پر جب تک جیسا میں مصائب کا پیان
یرے اشکوں میں کمی کئے یہ ہو سکتا نہیں
پیر حسین وہ شاعر کرے گا کی بیان
ذکر یعنی جو روح کے شعلے سو سکتا نہیں
فرط عمر میں انسوؤں پر اتفاق کرنا پڑا
ذوب نشتر دل کے چھاؤں میں جھوکا ہیں
انسوؤں کی زوجے سوئے بخفیہ بکھڑے
کوئی طوفان اس سفینے کو ڈبو سکتا نہیں
جو بے یادی سے خالی جو نہیں جو بے اثک
ایسے دل، ایسی نظر پر ناز ہو سکتا نہیں
لے غم پیر تھہ پر عشت بستی نثار
اور کوئی غم دلوں کے داغ دھو سکتا نہیں
شاہ کے غم میں سلامی دیکھو ہر شر کا حق اٹک
اس سلیقے سے کوئی موئی پر و سکتا نہیں
کہہ نہ دنیا کو بُرگا، پانے عمل کو بھی تو دیکھو
آئینہ دھوتا ہے مزے داغ ہو سکتا نہیں
صحیح سے اک سوچ چھا جاتا ہے عاشورہ کو دن
جس کا دل دل ہے کبھی اس رات سو سکتا نہیں
جو نہیں احسان دانش ماتم شر میں شریک
حشر میں وہ بخت کے ساتھ ہو سکتا نہیں

جانب احسان دانش مرحوم

کیا سرخرد ہوا ہے سجوم بلا کے بعد
ہر عنز کی بچھے ہے ترے عنز و ندا کے بعد
انسان تو اپنی دمحت صبر و رفا کی حد
مغلی ہو گئی ترے صبر و رفا کے بعد
و نیز پر شیخ تجدہ، وہ خوناپ سے مخدو
بے زنگ برادا ہے تری ہر ادا کے بعد
لے دشت نینوا، تری بیت کو کیا ہوا
اس رہ فور د دادی صبر و رفا کے بعد
میخ فرات تیری ادا میں ہسائیں گیش
اس یہاں آتش نہ و مکلوں تباہ کے بعد
پھر دو دمانِ عشق سے کوئی کفن بدوسا
الظہار کیوں یہیں شہید و فاس کے بعد
گوش جہاں نے پھر کیمی جیزگاہِ عشق سے
لیک کل صدائیں، اس اصل کے بعد
محروم پر ایک محلہ رنج و غم حفیت کے
اساں ہے اپنلائے شکر کر بلکے بعد

جانب حفیظ جاندھری

لِرَمْ رَدْ وَ لَوْمَ كَمْ كَمْ شَرِيْكَ كَمْ خَذِيلَ

غفلہ سشکر کا سن کرنے کی خیجے سے بہن
 دیکھا بھائی پر جھکے ہیں ہر طرف سے تبغ زن
 ابن احمد بے حیا سے بولی باجوہ شرح
 دیکھتا ہے اُتنی ہوتا ہے حسین خستہ نن
 بات نے زینٹ کی سب لطف ظفر کو کھو دیا
 مشھد پھرا کر دشمنِ جسانِ محمد ردو دیا
 حق کو روشن کر گئی اُک بات میں بنت علیع
 ظاہری فتح و ظفر کی میٹ گئی جھوٹی خوشی
 ابن سعد شوم کی پکلوں پر آنسو کی تزی
 تیری کامل فتح مظلومی کی یہ اُک دادِ حقی
 ایک محدث کو سہی سر در گریباں کر دیا
 ایسے پتھر دل کو بھی آخر پیشیاں کر دیا
 خیرِ عصمت کو پڑی زینٹ خستہ جگر
 دفتر کون و مکان ہونے لگا زیر وزیر
 با غم سے کانپ الٹی کائنات خشک تر
 توک نیزہ پر ہوا اشیبہ کا سر جبلہ گر
 ہر عالم تابعے مغرب میں سر نیوڑھا دیا
 سرخ آندھی نے زمانہ بھر کو خون قیوا دیا
 وہ نہ والا پر اُک درد اشچھایا ہوا
 وہ زمیں ملتی ہوئی، وہ زلزلہ آیا ہوا
 وہ فلک پر ہر دمہ ہر ایک گھنایا ہوا
 ذرہ ذرہ خون کی عظمت سے تھرایا ہوا
 نظرت افسرہ، فضامِ احترامِ غم میں حقی
 داحبینا کی صدائگنجی ہوئی عالمِ امیں حقی
 اندھیوں کے جھونکے منڈی میں بیل کھاتے ہوئے
 پرخ پر تلاسے نکل آئے تھے کجدلاتے ہوئے
 اُک سیاہی غم فرزا دنیا میں پھیلاتے ہوئے
 وہ شفق کے سورخ طکڑے اُک بر ساتھ ہوئے
 تیرہ و تاریکیک عالمِ عقا، غضب کی بات تھی
 عصر عاشورا کو دن ہوتے ہوئے بھی رات تھی
 اٹھ گیا جان بھی ہیں دین و دنیا سو گوار
 ہے حسن سا بھکانی اور حیدر سا باما سو گوار
 فاطمہ کی ماں، محمد سے ہیں ناتا تو سو گوار
 شمعِ کشته دہ کر خود ملت بھی پرواہ بنی
 غمِ عقا عالمگیر کل دنبی عز اخاذ بنی
 نکلی خیوں سے نبی کی آل گھبڑا تی ہوئی
 اکتے تیجھے ایک چھپتی جساتی شرماتی ہوئی
 لڑکھڑا تی، گرتی پرتی، بھوکریں کھاتی ہوئی

کسپیری کا اضافہ تھا جو غشم کی شان میں
سر کو نیورٹھا تے ہوتے بھیٹی کھلے میں دن میں

افری صد افری اسے زینب علیاً مقام دختر خیر النصار، اسلام کا تجھ پر سلام
تو ہوئی کاری امامت میں شریک اہتمام یعنی فتح کر بلکی تیس کردم سے فتح تام
شانِ مظلومی سے تو فخر آب و جد ہو گئی
دے کے چکار پر دہ پوش دینِ احمد ہو گئی

حضرت زینب کی دہ طریقہ ہوئی دنواریاں ہر گھنٹی وہ اک نئی صورت میں دل از اریاں
حرث غم میں وہ سنبھالے حق کی ذمہ داریاں عہدِ ریاست میں وہ سمجھی ہوئی تیس اریاں
دور نما انسانیت میں فرستھی احسان کی
اپڑی سختی بات دینِ مصطفیٰ کی شان کی

اُن کے مُرثہ پر گرد سختی، انسانیت کے برپا خاک ان کا دل زخمی، ثرافت کا کلیجہ حاک چاک
جد پر حق کا پستہ دینا تھا رفیتے تاب ناک چھوکے اُن کے پانو ہمہ ری کر بلکی خاک پاک
کیا مقدس اُن کی فتوح بانی سے ویرانہ ہوا

ذرہ ذرہ وشت کا، تسبیح کا دارہ ہوا
بات جا پہنچی سختی جو اللہ کے پیغام تک راہ بیداری نکالی کر بلے سے شام تک
کانپ اُٹھئے زورِ مظلومی سخاصل عامت تک روح تازہ ہمونکا دی اسلام سے اسلام تک
غلظیتیں سب کی جو میزان نظر میں ٹل گئیں
ان کے لب بہتے ہی کل دنیا کی آنکھیں کھل گئیں

دل بدل سکتے رہتے تبغ و تبر سے تپر سے کر دیا سبل جہاں کو ضرب بے شیر سے
زندگی نوبت ادی مان تم شبیر سے کام کیا تو نے لیں مجبوری تشهیر سے
طولِ عرصہ صنِ ملک کو شعلہ بد امام کر دیا
برقِ مظلومی سے سینوں کو فروزان کر دیا

اک دیید بن گیا حق کی نظر کا یہ سفر سفر ہے کر بلے سبل غم کی رہ گذر
سامنے ریتی پر دہ بکھرے ہوتے قلب و جگر میتیں تھیں یا پڑے تھے خاک پر مشس و فمر
خاک و غوں میں بھر کے بھی پہلو ہیں تابندہ ایجھی

لاش کے تیور تاتے ہیں کہ ہیں زندہ ایجھی تھیں فضائیں نوح گرسی دادیٰ فرخسار کی خواجہ ریتی سختی حق کی جذبہ بیدار کی
رضتی نظریں جو بھیں، عکا بذبیس اسکی لاشیں دیکھیں خاک پر شیشہ کی انصار کی

غم کی دل پر اک قیامت سی گزر جانے کو سختی
روح جسم زار سے، پرواز کر جانے کو سختی

مال کی خاطر جان سے باہر نہیں دھوتا بلکہ اسی طرح حسین نے بھی اپنی عزیز جان سے بھی عزیز تر۔ پانچ پایسے بچوں، چالہنے والے اصحاب و احباب کی جانوں کو لیکر ایک کرکے بچا درکر دیا اور بیوں بچا درکر شیئے جاتے ہیں۔ کیا بچوں کو ملتے وقت تم کو یہ خیال ہوتا ہے کہ افسوس! یہ بچوں پریدل کسکے پچھے آجائیں گے۔ بس حسین نے بھی پانچ گزار نور کے بچوں کو بیوں بے دریغ لٹا دیا۔ ماں ہاں! وہ بچوں ہی تھے، ایسے کہ جن سے اگر تمہارے حصے میں ایک بچوں آجائے تو ساری عمر اس کی دید میں گزار دو۔ افسوس کہ اس وقت وہ دنیا کی انکھوں سے اوپھل بیں۔ اسلئے ممکن تھیک اس کو میرے قلم کی شاعرانہ روشنی خیال کر کے کوئی کہہ لے کہ بچوں سے آدم زاد کی تشییبہ مبالغہ پرمی ہے لیکن — اے کاش! تمہارے مخزن خیال بیں ائمکی نراثی تصویر آجائے تب تم خود بیول اٹھو گئے کہ ان بیوی زادوں کی تشییبہ دنیا سے جماز کی جس حسین سے حسین تر چیز سے دلوں میں افزاں ہو گا بلکہ جس سے تشییبہ دی جائے اسی کی نیزت بڑھ جائے گی۔ اس لئے اگر ان کو خوشمندی میں بچوں کہہ دو تو تمام گلستان اس انتسابے کے فضیلت کریکا۔ اگر حسن و صفائیں ہوتی کہہ دو تو اس سے موئی ہی کی کاروبار بڑھے گی۔ ان تیزیوں سے ان نور کے بیکوں کی نیزت بڑھ گئی نہیں بلکہ کھڑے جائے گی کیونکہ حسن علی و فاطمہ کے شکم سے جو ہاشمی ماہ پائے ہو یہاں ہوں، جنکو خود محدود نہ اور مرحوم کے لقب سے یاد کرے ان کا حسن شاید یورف کو بھی مدھوش کر دے اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں — بلکہ ہاشمی بھال کے پدر کمال حضرت مید الشہدا اور اخاء الدین نے عاشورہ کے ورزہ جن کے موقع پر خود فرمایا تھا:

فَأَنَا الشَّهِيدُ وَأَنْتَ الْمُؤْمِنُ

میرے پدر بزرگ اور سورج ہیں اور مال چاند ہیں اور میں ان دونوں چاند اور سورج کے نیچے میں کوکب دُر تری ہوں — حسن حسن و حسین کے مرقعے تھے، وہ شرپا سے کہ جن کو عاشورہ کے روز حسین نے تلواروں کو سوپنا۔ ان کا ہر ایک بھال و کمال کا درخشندہ تارہ تھا۔ ذرا قمری ہائم کا پر بلال پڑھو نظر میں لاو، بدر تمام اکبر گلفام کا تصور کرو، اچاند سے شہزادے قاسم کا خیال کرو، عون و محمد سے ہبھوں بچوں کا دھیان کرو اور — پھر سبے اسر میں گلزار شہزادت کی اس نازک کی — اس نفعی شکونی کا تصور کر۔ جس کو علی اصرہ کہتے ہیں۔ سچ بتلاو! ان لا را گل کو شرمائیں والی شکلوں میں سے صرف ایک کسی کے پاس ہو تو وہ اس کو آسانی سے دے دیگا؟ اب سوچ کر ان دل کے گلڑوں کو امام حسین علیہ السلام نے کیونکہ تلواروں کی بارہ پر رکھ دیا ان غلکے تاروں کوں طرح خاک پر بکھر دیا، کیا بھی کچھ کے چمکتے چھل اور صاف شفاف سینہ جوان کے تصور سے سنتے والے کا دل نہیں تھھڑتا۔ کجا باپکا دل؟ کیا خونخوار تلواروں اور کمسن بچوں کے افسانے سے تمہارے روئیں نہیں کھڑے ہوئے چہ جائیکہ ماں کا دل؟

کیا فولادی گروز اور کارہ سر کی داستان ام سے تمہارا دل نہیں بھٹت اور بھائی دیکھ رہا ہے؟ — اور کیمین بھال کے وزنی تیر اور — بے شیر کے گھوڑے خشکید کے خیال سے تمہارا فلپ نہیں کاپتا ج — درآسمایکر باپکے ہاتھوں میں ارزش نہ آئے ہ تو پھر وہ کیا پھر ہی جو حسین کے دل کو تھامے ہوئے تھے اور اس طرح تھامے ہوئے تھی کہ آخر کاظم کے گورنظام کا دل اپنی جگہ ستم حکم رہا؛ کیا جاننا چاہتے ہو کر کیا پھر ہی جو تھی؟ — خدا، کیا خوب فرماتے ہیں مولانا محمد علی توہر سے عباس ساجری ہو کر اکبر سامراجیں تجھ کو بھی عزیز تھیں لیکن خدا کے بعد وہ تھا پہاڑوں سے ٹکر لینے والا اعتقاد — اس بات کا اعتقاد کر — خدا ہے، اور محشر ہے، جنت دنار، حساب کتاب اور دوسرا وہ پیجزیں جن کی خبر حسین کے ناتانے دی تھی۔ یقیناً وجود رکھتی ہیں۔ اور ان کو حسین یوں دیکھے سے ہیں جس طرح ایکھیں آفات کو دیکھتی ہیں اور یہی وہی نیاہ قوت تھی کہ جس سے حسین تو حسین ہسین کے اصحاب کے دل بھی خوب معمور تھے۔ شب عاشور پریر عبد الرحمن سے مذاق کرتے ہیں۔ عبد الرحمن کے مذنے نکل جاتا ہے کر بھلا بھی کوئی مذاق کا وقت ہے، اس وقت پریر کہتے ہیں کہ عبد الرحمن! میری قوم سے پاچھ لوکوں نے کبھی — اپنی جوانی میں بھی کسی سے مذاق نہیں کیا ایسکن اب تو میری آنکھیں کچھ اور دیکھ رہی ہیں۔ میری انکھوں کے سامنے شمشیروں کے ذرا اس طرف جست کے در اور تلواروں کی ہاہیں ہلی نظر اڑ رہی ہیں۔

بس ہی وہ قوت تھی جو امام حسین علیہ السلام سے لیکر جناب علی اصنفتک — بلکہ غلام جبشی تک ایک درجہ پر کار فرمان نظر اڑ رہی اور اس لے جیئن تھیں کہ امام حسین کے کسی بچے کے یوں تک یا کسی مختدرہ کی زبان پر اضطراری طور پر بھی نہ لیا کہ — اب پیاس مالے ڈالتی ہے، آقا یافت کر لیجئے حالانکہ ان تمام مصیبتوں کے دور ہو جانے کی یہ ایک بہت ستی قیمت حسین کی کی تھی۔ ”یزید کی بیعت“ — بظاہر یہ توہرت بھولی قیمت تھی۔ گھر حسین اور حسینوں کی نظر میں یہ سودا صرفت گلائی ہی نہیں تھا بلکہ تجارت معود کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ بیعت کے دوسرے معنی تھے ”اسلام کی موت“ اور اگر حسین کو اسلام کی حقانیت دصداقت میں ذرہ بھر بھی نہ کہہتا تو — حسین علیہ السلام ایک جام سرد و شیریں کی شکل میں اسلام کا خوں بھالے لیتے اور اپنا اور اپنے بچوں کا خون نہ بھاتے کیا خون حسین سے دھلن جانے کے بعد بھی تم کو اسلام کا جہرہ تھی کے جلوزوں سے پر اور اور پر رونتی نہیں مسلم ہوتا — ؟

قبر امام بن حسین علی السلام سے پڑھ کر لوہ دے اور تربار پڑھ

السلام علی الحُسَینِ بْنِ عَلَیٰ الْمُطْلُومِ الشَّهِیدِ، قَتِیْلِ الْعَبَدَاتِ وَأَسِیرِ الْكُرْبَاتِ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُ أَنَّهُ وَلِیْکَ وَابْنَ وَلِیْکَ وَصَفِیْکَ الشَّائِرُ بِحَقِّکَ أَكُرْمَتَهُ
بِكَرَامَتِکَ وَحَتَّمْتَ لَهُ بِالشَّهَادَةِ وَجَعَلْتَهُ سَیِّدًا مِنَ السَّادَةِ وَقَائِدًا مِنَ
الْقَادِةِ وَأَكُرْمَتَهُ بِطِیْبِ الولادةِ وَأَعْطَیْتَهُ مَوَارِیْثَ الْأَنْبِیَاَ وَجَعَلْتَهُ
حُجَّةً عَلَى خَلْقِکَ مِنَ الْأَوْصِیَاَ فَأَعْذَرَ فِی الدُّعَاءِ وَمَنَحَ النَّصِیْحَةَ وَبَذَلَ
مُهْجَّتَهُ فِیْکَ حَتَّیَ اسْتَنْقَدَ عِبَادَکَ مِنَ الْجَهَالَةِ وَحَیْرَةِ الصَّلَالَةِ وَقَدْ تَوَازَرَ
عَلَیْهِ مَنْ غَرَّتْهُ الدُّنْیَا وَبَاعَ حَظَّهُ مِنَ الْآخِرَةِ بِالآذْنِ وَتَرَدَّ فِی هَوَاهُ
وَاسْخَطَکَ وَاسْخَطَ نَبِیْکَ وَأَطْاعَ مِنْ عِبَادِکَ أُولَیِ الشَّقَاقِ وَالنِّفَاقِ
وَحَمْلَةَ الْأَوْرَارِ الْمُسْتَوْحِیْنَ النَّارَ فَجَاهَهُمْ فِیْکَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا
مُقْبِلًا غَیْرَ مُدْبِرٍ لَا تَخْذُدُهُ فِی اللَّهِ لَوْمَةُ لَا يَعْمَلُ حَتَّیَ سُفِیْکَ فِی طَاعَتِکَ دَمَّهُ
وَاسْتَبِیْحَ حَرِیْمَهُ اللَّهُمَّ اعْنُهُمْ لَعْنًا وَبِیْلًا وَعَذَّبْهُمْ عَذَّابًا اَلِیْمًا۔

ترجمہ: سلام ہوستمیدہ نظلوم، کشتہ را حق، بھتے ہوئے آنسوؤں کے ملے ہوئے اور مصاببِ آلام میں گرفتار حسین بن علی (علیہما السلام) پیر۔ اے خدا! میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک وہ (حسین) تیرے نمائندے، تیرے نمائندے کے فرزند تیرے مخلص اور باصفا بنت تھے۔ وہ تیرے حق کے ساخت انقلاب بربپا کرنے والے، جنہیں تو نے اپنی عظمت کو رکھتے اور بزرگی میں سے بزرگی عطا کی، اور ان کیلئے (لغت) شہادت یقینی یہاں تک کہ تیرے سرداروں اور آقاوں میں سے ایک سردار و آقا اور راہنماؤں اور فائدوں میں سے ایکے ہمبا اور قائد قرار دیا۔ طیب طاہر ولادت کے ذیلے انھیں کرامت بزرگی بخشی، تو نے انھیں انبیا کی تمامی میراث عطا فرمائی اور انھیں اوصیا اور جانشینوں میں سے اپنی مخلوقات کیلئے صحیح دلیل قرار دیا، پس تیری طرف بلانے میں انہوں نے کبھی عذر نہیں کیا اور خیر خواہی سے کبھی درفع نہیں کیا اور تیری راہ میں اپنی جان قربان کر دی، یہاں تک کہ تیرے بندوں کو جہالت نہادی کے بھنوڑ سے نکالا اور مگر ہی کی سرگردانی و حیرانی سے نجات دلائی۔ جب کہ پشت پل پشت لوگ ان کی مخالفت کرنے لئے تھے جنہیں دنیانے دھوکے میں رکھا تھا اور معمولی داموں میں آخرت کا اپنا حصہ منچ دیا تھا، اپنے اپ کو ہوا وہوں کے کنوں میں ڈال دیا تھا، تجھے اور تیرے نبی کو ناراض کر دیا تھا، ان لوگوں نے تیرے ان بندوں کی اطاعت و پیروی کی جو ترقہ پیدا کرنے والے اور منافق تھے، جن کا تعلق ایسے سنگین بوجھاٹھانے والوں میں تھا جو اتش جہنم کے حقدار تھے، پس اس (حسین) نے تیری راہ میں ان لوگوں سے سخت مقابلہ کیا اور صبر و شکیبائی اور احتساب کرنے میں بغیر پیشہ رکھائے ان لوگوں (بے دینوں) کا سامنا کیا اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پردازی کی، یہاں تک کہ تیری اطاعت میں اس کا خون بھارا یا گیا اور اس کے حرم کو بے وارثت کر دیا گیا۔ خدا یا! ان لوگوں پر بذریں لعنت فرمائیں انھیں سخت اور دردناک عذاب میں بدلنا کر۔